اساتذۂ امیرِ ملت

قدس سرہ العزیز

محمد صادق قصوری

رضا اکیڈمی رجسٹرڈ لاہور
(پاکستان)

۱ - مولانا احمد حسن کانپوری ۱۱

۲ - مولانا ارشاد حسین رامپوری ۱۷

۳ - حافظ قاری شہاب الدین کاشمیری ۲۱

۴ - مولانا عبد الرشید علی پوری ۲۲

۵ - مولانا عبد الوہاب امرتسری ۲۳

۶ - مولانا غلام قادر بھیروی ۲۴

۷ - شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی ۲۸

۸ - مولانا فیض الحسن سہارنپوری ۳۵

۹ - مولانا شاہ عبد الحق الہ آبادی ۴۷

۱۰ - مفتی محمد عبد اللہ ٹونکی ۵۳

۱۱ - قاری عبد الرحمٰن پانی پتی ۶۱

۱۲ - مولانا میر محمد عبد اللہ ۷۰

۱۳ - مولانا سید محمد علی مونگیری ۷۱

۱۴ - مولانا محمد عمر استانبولی ۸۱

۱۵ - مولانا محمد مظہر سہارنپوری ۸۲

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اساتذہ امیرِ ملت

محمد صادق قصوری

زیرِ سرپرستی

زینت آفتابِ ولایت الحافظ القاری

الحاج پیر سید افضل حسین شاہ صاحب مدظلہ

سجادہ نشین دربار عالیہ علی پور سیداں

ناشر

رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ) لاہور

Marfat.com

سلسلہ مطبوعات نمبر ۱۱۳

نام کتاب : ـــــــــ اساتذہ امیرِ ملّت

تصنیف : ـــــــــ محمد صادق قصوری

ناشر : ـــــــــ رضا اکیڈمی

مطبع : ـــــــــ احمد سجاد آرٹ پریس موہنی روڈ۔ لاہور

ہدیہ : ـــــــــ دعائے خیر بحق معاونین رضا اکیڈمی رجسٹرڈ لاہور

عطیات بھیجنے کے لیے رضا اکیڈمی

اکاؤنٹ نمبر ۹۳۸/۳۸، حبیب بنک۔ وسن پورہ برانچ ○ لاہور

بذریعہ ڈاک طلب کرنے والے حضرات ۱۰/ روپے کے ڈاک ٹکٹ ارسال کریں۔

ملنے کا پتہ

رضا اکیڈمی رجسٹرڈ مسجد رضا محبوب روڈ۔ چاہ میراں، لاہور پاکستان

کوڈ نمبر ۵۴۹۰۰، فون نمبر ۷۶۵۰۴۴۰

Marfat.com

انتساب

اپنی والدہ محترمہ کے نام

ے

تربیّت سے جس کی میں انجم کا ہم قسمت ہوا
گھر میرے اجداد کا سرمایۂ عزّت ہوا

(اقبالؔ)

نشانِ منزل

"اساتذہ امیر ملت" کے بلند مرتبت مصنف برادر مکرم میاں محمد صادق صاحب قصوری جماعتی نقشبندی زید مجدہ' اہل سنت و جماعت کے معروف صاحب قلم' میرے بچپن کے ساتھی' کلاس فیلو اور ارائیں خاندان کے چشم و چراغ ہیں' خاندانی قرابت کے ساتھ ساتھ ہم گاؤں کی قربت بھی رکھتے ہیں' عقیدہ و مسلک کی پختگی اور ذہنی یگانگت سونے پر سہاگہ کی مصداق ہے۔

الحمد للہ' مسلک حق کی محبت' والدین کریمین کی بچی تربیت کا ثمرہ ہے' محترم میاں محمد صادق قصوری صاحب کی میلان طبع آغاز ہی سے مذہبی ہے۔ راقم السطور موصوف کے گاؤں برج کلاں لوئر مڈل سکول میں داخل ہوا' جماعتی ہونے کی نسبت سے ہماری رفاقت بڑھتی گئی' یہاں تک کہ ہم نہایت کامیابی سے ہائی سکول گنڈا سنگھ میں داخل ہوئے' دنیوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی مسائل میں بھی ترقی پر گامزن رہے! میٹرک کے بعد میرے ممدوح نے دنیوی تعلیم کا سلسلہ قائم رکھا جبکہ راقم نے علوم و فنون دینیہ کے لئے ملت اسلامیہ کے نامور تعلیمی مرکز دارالعلوم حنیفہ فریدیہ بصیر پور (اوکاڑہ) کو اپنا مستقر بنایا۔ جہاں تک ممکن تھا دینی معاملات میں میری معاونت جاری رہی۔ میاں محمد صادق قصوری صاحب کو بھی دینی تعلیم کے حصول کا شوق چرایا۔ چند روز ہی دارالعلوم حنیفہ فریدیہ میں رہے لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا! تاہم ان کے رگ و ریشے میں خدمت اسلام کا جذبہ اور محبت سرایت کر چکی تھی' اپنی دنیوی تعلیم کی تکمیل کے بعد زندگی میں آکر تاریخی شخصیات سے اپنے قلم کو متبرک بنایا۔ خصوصاً" حضرت امیر ملت الحاج الحافظ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب' محدث علی پوری کی ذات والد برکات کے لئے تو ایک عاشق صادق کی حیثیت سے تاریخی خدمات انجام دیں' متعدد کتب اور بکثرت مضامین امیر ملت اور سادات علی پور کے موضوع پر ہی لکھے گئے نیز مرکزی مجلس امیر ملت پاکستان قائم کی' ان کے علاوہ متعدد کتب تصنیف فرمائیں' "اساتذہ امیر ملت" بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے جسے موصوف کی خواہش پر رضا اکیڈمی اپنی روایتی شان طباعت سے وضع کر کے شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہے

محترم المقام حضرت علامہ مولانا الحاج محمد عبدالحکیم شرف قادری' مکرم جناب الحاج مقبول احمد قادری ضیائی زید مجدہ' اور اراکین رضا اکیڈمی نے خصوصی طور پر شائع کرنے کی منظوری دی' دعا ہے اللہ تعالٰی موصوف کی جملہ قلمی خدمات کو شرف قبول سے نوازے' رضا اکیڈمی کو ہمہ وقت خدمت دین متین میں مصروف رکھے اور اس کی مالی' علمی و عملی معاونت کرنے والوں کو دارین کی فیروز مندی سے بہرہ ور فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ طہٰ ویٰس ﷺ

: محمد منشا تابش قصوری خطیب جامع مسجد ظفریہ مریدکے ۹ محرم الحرام سن ۱۴۱۷ھ پیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سنوسیِ ہند امیرِ ملت پیر سید حافظ محمد جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری قدس سرہٗ (ف ۱۹۵۱ء) کی ذاتِ ستودہ صفات محتاجِ تعارف نہیں ہے۔ موصوف نے مذہب وملت کے میدان میں جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں۔ اُن کا احاطہ کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے برصغیر کی ہر مسلم مفاد تحریک میں آپ نے قائدانہ حیثیت سے حصہ لیا۔ شدھی تحریک، تحریکِ خلافت، فتنہ ارتداد، غازی علم الدین شہید کیس تحریکِ نیلی پوش، تحریک مسجد شہید گنج، تحریک جلیانوالہ باغ تحریک مسلم یونیورسٹی علی گڑھ وغیرہ کے علاوہ تحریک پاکستان میں عدیم النظیر کردار ادا فرما کر ملتِ اسلامیہ کی رہنمائی کا حق ادا کر دیا۔ تبلیغی محاذ پر خیبر سے راس کماری، ریاست میسور اور حیدر آباد دکن کے دور دراز علاقوں میں حق و صداقت کا پھریرا لہرایا۔ ہزاروں نہیں لاکھوں غیر مسلموں کو دولتِ اسلام سے مالا مال کیا۔ کروڑوں مُردہ دلوں کو نئی زندگی بخشی، لاتعداد تاریک ذہنوں کو عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی عطا کی اور اس طرح حکیم الامت علامہ اقبالؒ کے اس شعر کی عملی تفسیر پیش کی ؎

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمدؐ سے اُجالا کر دے

آپ کے مذہبی، علمی، ادبی، روحانی اور سیاسی کارناموں پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور انشاء اللہ تعالےٰ قیامت تک لکھا جاتا رہے گا۔ احقر نے تو اپنی زندگی ہی اسی مقصد کے لیے وقف کر رکھی ہے۔ اب تک کافی کتابیں منصہ شہود پر جلوہ گر ہو

Marfat.com

کہ اہلِ علم اور اہلِ دل سے دادِ تحسین حاصل کر چکی ہیں اور بہت سی منتظر طبع ہیں۔

پیشِ خدمت کتاب "اساتذہ امیرِ ملت" میں حضرت اقدس امیرِ ملت قدس سرہٗ کے "اساتذہ کرام کا تذکرہ ہے اور اُن کی گوناں گوں خدمات کی تفصیل۔ تاکہ اہلِ علم اور تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے حضرات یہ معلوم کر سکیں کہ حضرت امیرِ ملت رح کے اساتذہ میں برِصغیر ہی نہیں بلکہ عالمِ اسلام کی متقدر اور عدیم المثال ہستیاں شامل ہیں جن سے علمی استفادہ کر کے حضرت امیرِ ملت رح آسمانِ علم وفضل پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے اور ایک دنیا کو فیض یاب کیا۔ اس کتاب میں حضرت کے تمام اساتذہ کا تذکرہ ہے مگر یہ تسلیم کرنے میں کوئی باک نہیں ہے کہ احقر ان موتیوں کو پرونے کا حق ادا نہیں کر سکا۔ وجہ احقر کی کم علمی، وسائل کی کمی اور مطلوبہ کتابوں کی نایابی ہے۔

داماںِ نگہ تنگ و گُلِ حُسنِ تو بسیار

گلچینِ بہارِ تو ز داماں گلہ دارد

بڑی ناشکری ہو گی اگر میں اُن حضرات کا شکریہ ادا نہ کروں جن کی نظرِ کرم کے بغیر یہ منزلِ ہفت خواں طے نہیں ہو سکتی تھی۔ شبیہ امیرِ ملت جنیدِ وقت حضور فخرِ ملت حضرت پیر سید حافظ محمد افضل حسین شاہ صاحب مدظلہ، سجادہ نشین آستانہ عالیہ علی پور شریف ضلع نارووال (پنجاب) کی نگاہِ کرم اور نظرِ عنایت کے بغیر میں کچھ بھی نہ کر سکتا تھا۔ یہ سب انہی کا ہی فیض ہے کہ یہ کتاب آپ کے سامنے ہے۔ مبلغ یورپ مہر الملت حضرت پیر سید حافظ محمد منور حسین شاہ صاحب علی پوری مدظلہ، کی نوازشات بھی میرے شاملِ حال رہتی ہیں۔ استاذی حکیم ملت حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ، ۵۵۔ ریلوے روڈ لاہور کی نظرِ التفات میری زندگی کا سرمایہ ہے۔ وارثِ مسند خیرآبادیہ حضرت مولانا حکیم محمود احمد برکاتی صاحب قبلہ نے "تقدیم" لکھ کر کتاب کو چار چاند لگا دیئے

Marfat.com

ہیں۔ یہ اُن کی ذرہ نوازی ہے کہ مجھ ایسے ہیچمداں کی ادنیٰ کاوش پر اپنے مبارک قلم سے کلماتِ خیر تحریر فرمائے ورنہ ع من آنم کہ من دانم

مورخ پاکستان، مفکر اسلام حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب قبلہ پرنسپل گورنمنٹ کالج سکھر (سندھ) کی غائبانہ دُعائیں اور رہنمائی میرے لیے نعمتِ غیر مترقبہ ہے ضیغم اسلام مجاہد ملت عبقریِ عصر حضرت مولانا محمد عبدالستار نیازی مدظلہ کی مستقل شفقتوں اور نوازشوں نے علم و ادب کے میدان میں مجھے کچھ کرنے کی ہمت مرحمت فرما رکھی ہے۔ ممتاز محقق اور علم دوست جناب محمد عالم مختار حق لاہوری نے نایاب کتابیں بطور استفادہ عطا فرما کر علم پروری کا مظاہرہ فرمایا۔ میرے برادرِ طریقت بابائے لاہور حضرت شیخ عبدالشکور لاہوری نے بڑی قیمتی معلومات سے نوازا۔ حضرت سید الطاف علی بریلوی سابق ایڈیٹر "العلم" کراچی اور مورخِ عصر پروفیسر ڈاکٹر محمد ایوب قادری نے بیش قیمت مشوروں سے نوازا۔ موخر الذکر نے مسودہ پر نظرِ ثانی فرمائی اور بطور دیباچہ کچھ لکھنا بھی چاہتے تھے کہ کراچی میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اب اس کتاب کی اشاعت سے یقیناً اُن کی رُوح خوش ہو گی۔

علاوہ ازیں محبِ گرامی قدر پروفیسر سید خورشید حسین بُخاری، پروفیسر ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی آف گورنمنٹ کالج شیخوپورہ اور پروفیسر ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری آف کراچی نے بھی مکمل تعاون اور بھرپور استعانت سے نوازا۔ حضرت حافظ خواج دین صاحب نقشبندی جماعتی اس کتاب کی طباعت کا بندوبست فرما رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ میرے اِن تمام بزرگوں، محبوں اور کرم فرماؤں کو اپنے خصوصی فضل و کرم سے نوازے آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

محمد صادق قصوری

Marfat.com

تقدیم

(حضرت مولانا حکیم سید محمود احمد برکاتی ٹونکی صاحب قبلہ کراچی)
برکات اکیڈیمی ۲۹۸ ، اے
لیاقت آباد ۴ کراچی ۱۹

مولانا محمد صادق قصوری کو مسلسل کسی نہ کسی علمی و دینی موضوع پر تصنیف تالیف کا ولولہ عطا ہوا ہے۔ آج بھی وہ ایک ہدیۂ علمیہ لے کر آئے ہیں۔ "اساتذہ امیرِ ملت"۔ "تلامذۂ غالب" پر تحقیق کے بجائے "اساتذۂ امیرِ ملت"! یہ توفیق و سعادت کی بات ہے!

مولانا قصوری نے اس بار جو محفل سجائی ہے۔ اس میں کیسے کیسے بزرگ شریک ہیں: شاہ فضلِ رحمٰن گنج مرادآبادی، قاری عبدالرحمٰن پانی پتی، مولانا احمد حسن کانپوری، مفتی عبداللہ ٹونکی، مولانا فیض الحسن سہارنپوری، مولانا ارشاد حسین رام پوری وغیرہ امیرِ ملت پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل و کرم تھا۔ کیسے کیسے اعاظم وقت اور اکابرِ عصر اور کن کن رجال دین و حکمت سے استفادے کی انہیں سعادت ارزانی ہوئی تھی، اپنے اپنے فن میں ہر ایک یگانۂ روزگار، اپنی اپنی جگہ ہر ایک کوہِ گراں، معقولات میں ان کا کوئی ثانی نہ منقولات میں اِن کا کوئی مثل، یہ ادبِ عربی میں فرد تو وہ فقہ میں باکمال۔

ایک خاص پہلو کی طرف ضرور توجہ کیجئے۔ امیرِ ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ ایک جامع حیثیات بزرگ تھے۔ مگر عموماً ایک صوفی اور

Marfat.com

مرشدِ طریقت کے طور پر زیادہ متعارف تھے لیکن اُن کی تعمیرِ حیات کا آغاز اُن کے بزرگوں نے تحصیلِ علم سے کیا اور نامور مدرسین سے استفادے کے لیے کان پور، سہارنپور، مکہ معظمہ لاہور، گنج مراد آباد، پانی پت اور لکھنؤ گئے۔ اور کئی کئی سال رہ کر سیراب ہوئے۔

ع تمتع زہر گوشہ یافتم

ماضی قریب تک صوفیا اور مشائخ کے کم سے کم خاص خاص خانوادوں میں حصولِ علم کا اہتمام کیا جاتا تھا اور طریقت کی راہوں پر سفر کے لیے شریعت کی روشنی کو ناگزیر تصور کیا جاتا تھا کہ ع بے علم نتواں خدا را شناخت۔

مشائخ متقدمین علومِ دینیہ پر عبور رکھتے تھے۔ اور اُن میں بہت سے صاحب تصانیف اور صاحبِ درس بھی ہوئے ہیں۔ اور خانقاہوں کے راستے مدرسوں کو ہو کر جاتے تھے۔ چنانچہ ہمیں صوفیا رکرام کے ملفوظات میں فقہ ظاہر کو فقہ باطن پر مقدم قرار دینے، تزکیہ نفس سے پہلے تعلیم کتاب کے اہتمام کے بکثرت شواہد ملتے ہیں۔ "صاحب سیر العارفین" شیخ جمالیؒ لکھتے ہیں۔ میرے دل میں خیال آیا کہ علمِ ظاہر کی تحصیل روک دوں اور تزکیہ باطن پر پوری توجہ صرف کروں، مرشد (مولانا سماالدین) نے کشف کے ذریعے معلوم کر کے مجھے ٹوکا اور فرمایا۔

تعلم کر بناءِ شرع واساس دین بداں بر پاست ترک نبا ید کرد، ازخدا تعالیٰ خواستہ ام کہ اہلِ ظاہر و باطن معمور و آراستہ بُودند اُمید دارم کہ تو ہم چناں باشی۔ (سیر العارفین ص ۱۷۵)

"تحصیلِ علم کا سلسلہ ختم نہ کرو، شرع کی بنیاد اور دین کی اساس علم پر ہی قائم ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی ہے کہ تم سے علما اور صوفیا دونوں فائدہ حاصل

Marfat.com

کریں جیساکہ ہمارے اسلاف کے ظاہر و باطن دونوں آراستہ تھے۔ مجھے اُمید ہے کہ (علم حاصل کر لیا تو) تم بھی ایسے ہی بنو گے۔"

اخی سراجؒ جب حضرت سلطان المشائخؒ (خواجہ نظام الدین اولیاؒ دہلویؒ) سے بیعت ہوئے تو حضرت نے اُنہیں ایک عالمِ دین مولانا فخر الدین زرادیؒ کے سپرد فرمایا کہ۔

"اوّل درجہ دریں کار علم ست و اُورا نصیبے از علم نیست" اخبارالاخیار ص ۸۵)

اس کام میں پہلا درجہ علم کا ہے اور اس جوان کو علم حاصل نہیں ہے۔

خود حضرت سلطان المشائخ جب شیخ فریدالدینؒ (گنج شکر) کی خانقاہ میں پہنچے۔ تو چاہا کہ مدرسے سے تعلق توڑ لیں اور تزکیہ و تخلیہ میں ہمہ تن مشغول ہو جائیں مگر جب شیخ سے استصواب کیا تو نفی میں جواب ملا اور حکم ہُوا کہ سلسلۂ تعلیم جاری رکھو اور اس پہلے مرحلے کو ضرور طے کرو (اخبارالاخیار ص ۵۷)

مختصر یہ ہے کہ حضرت امیرِ ملّتؒ کے اساتذہ کا یہ تذکرہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ماضی قریب تک خانقاہ اور مدرسے میں کوئی آویزش نہیں تھی۔ اور صوفی اور مولوی دو الگ الگ طبقات نہیں تھے بلکہ علماء میں سے ہی رُحجانِ طبع، صلاحیت اور ذوق وغیرہ کو دیکھ کر بعض لوگوں کو عُباد بنانے کے لیے منتخب کر لیا جاتا تھا۔ اور تحصیل علم کی شرط پُوری کر لینے کے بعد ہی کسی کے متعلق یہ سوچا جاتا تھا کہ وہ منصبِ ارشاد و تربیّت حاصل کر سکے۔

مولانا قصُوری نے "اساتذہ امیرِ ملّت" کا تذکرہ بڑی محنت سے مرتب کیا ہے ماخذ کی فہرست دیکھ کر اندازہ ہوگا۔ کہ انہوں نے کتنی تگ و دو کی ہے اور کہاں کہاں سے خوشے جمع کر کے یہ خرمن بنایا ہے۔

حکیم محمود احمد برکاتی

Marfat.com

مولانا احمد حسن کانپوری

مولانا احمد حسن کی ولادت باسعادت ۱۶ ر نومبر ۱۸۲۲ء کو بڈلانہ ضلع حصار (مشرقی پنجاب، انڈیا) میں ہوئی۔ آپ کا سلسلۂ نسب مولانا جلال الدین رومی کی وساطت سے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد مولانا عظمت اللہ سے حاصل کرنے کے بعد استاذ العلما حضرت مولانا مفتی لطف اللہ علی گڑھی رح (ف ۱۹۱۶ء) سے کانپور اور علی گڑھ میں اکتسابِ علوم متداولہ کیا۔ پہلے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں ـــــ نائب مدرس مقرر ہوئے، اس کے بعد کانپور کے مشہورِ زمانہ مدرسہ فیضِ عام میں مسندِ صدارت کو زینت بخشی۔ متعدد علوم و فنون کی پندرہ کتابوں کا روزانہ پوری قوت و توجہ سے درس دیتے تھے، کاشغر، شام، موصل، حلب، بخارا، افغانستان اور سرحد وغیرہ کے بکثرت علما نے آپ سے فیض پایا۔ درس و تدریس میں آپ اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ آپ کے استاذ حضرت مولانا مفتی لطف اللہ نے آپ کی تالیف "تنزیہہ الرحمٰن" کی تقریظ و تصدیق میں آپ کو بڑے بڑے خطابات سے نوازا۔ آپ نہایت قوی الحافظہ اور ذہنِ رسا کے مالک تھے۔ [1]

آپ نے تین بار حج و زیارت کا شرف حاصل کیا اور ہر مرتبہ سال دو سال حرمین شریفین میں قیام کیا۔ ۱۲۹۲ھ کے حج کے موقعہ پر شیخ العرب و العجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رح کے دستِ مبارک پر سلسلہ چشتیہ صابریہ میں بیعت کی اور اُن کے پاس

مقیم رہ کر اُن کے حکم کے مطابق مثنویٔ مولانا رومؒ کی شرح لکھی۔ آپ کو اپنے مُرشد حضرت حاجی صاحبؒ سے اس قدر عقیدت و محبت تھی کہ بیان نہیں کی جاسکتی۔ حضرت حاجی صاحبؒ کی رحلت کے بعد آپ نے چھ ماہ تک اُن کے مزار پر قیام کیا۔ ہر روز اپنی ریشِ مبارک سے مزار کو صاف کیا کرتے تھے۔ سُبحان اللہ! اپنے وقت کے اُستادِ کُل کی" اپنے" شیخ" کے ساتھ یہ نسبت، نیاز اور عقیدت اپنی مثال آپ ہے؎۲

؎ کیمیا پیدا کن از مُشتِ گلے
بوسہ زن بر آستانِ کاملے (اقبال)

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ (ف ۱۸۹۹ء) سے بعض دیو بندی علما بھی شرفِ بیعت رکھتے تھے۔ مگر مقامِ حیرت ہے کہ عقائد و اعمال میں وہ حاجی صاحبؒ کی پیروی نہیں کرتے تھے۔ ان علما میں مولانا محمد قاسم نانوتوی (ف ۱۲۹۷ھ) مولانا رشید احمد گنگوہی (ف ۱۳۲۳ھ) مولانا محمد یعقوب نانوتوی (ف ۱۳۰۲ھ) اور مولانا اشرف علی تھانوی (ف ۱۳۶۲ھ) جیسے اکابرِ دیوبند شامل ہیں، جو حاجی صاحبؒ کی معرکتہ آلارا کتاب" فیصلہ ہفت مسئلہ" کے مندرجات سے متفق نہیں تھے۔

۱؎ "تذکرہ علمائے اہلسنت" از مولوی محمود احمد قادری مطبوعہ بھوانی پور (انڈیا) ۱۳۹۱ھ ص ۲۵۔ "نزہتہ الخواطر جلد ہشتم" از مولانا عبدالحی لکھنوی کراچی ۱۹۷۶ء ص ۴۳۔ "استاذ العلما" از مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۰ء ص ۵۰۔ "شب چراغ" از حکیم نثار احمد علوی، کراچی ۱۹۸۲ء ص ۴۷۔ "تذکرہ محدث سورتی" از خواجہ رضی حیدر مطبوعہ کراچی ۱۹۸۱ء ص ۲۹۸۔

۲؎ "تذکرہ علمائے اہلسنت" ص ۲۸ "مہرِ منیر" از مولانا فیض احمد گولڑوی مطبوعہ گولڑہ شریف ضلع اسلام آباد ۱۳۹۶ھ ص ۷۲۔

Marfat.com

علمائے اہلسنت میں سے مولانا عبدالسمیع بیدل مصنف "انوارِ ساطعہ" (ف ۱۳۱۸ھ) مولانا احمد حسن کانپوری (ف ۱۳۲۲ھ) مولانا کرامت اللہ دہلوی (ف ۱۳۲۸ھ) مولانا محمد حسین الہ آبادی (ف ۱۳۲۲ھ) اور مولانا سید امیر حمزہ دہلوی (ف ۱۳۲۵ھ) جیسے نامور فضلاء، حاجی صاحبؒ کے مرید اور خلیفہ تھے، جو افکارِ دیوبندیت کی تردید کر کے خالص سنی عقائد پہ عمل پیرا تھے۔ حضرت حاجی صاحبؒ اسی گروہ کے ہم خیال و سرپرست تھے۔ ۳؎

حضرت امیر ملت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہٗ نے مولانا محمد علی مونگیریؒ سے اکتسابِ علم کے بعد جب مزید تشنگی محسوس کی تو کانپور تشریف لے جا کر مولانا احمد حسنؒ کے درسِ حدیث میں شرکت کی۔ چونکہ مولانا "اہل دل" اور "صاحبِ نظر" تھے، جب آپ نے "امیر ملتؒ" کو دیکھا تو سمجھ لیا کہ یہ شہبازِ معرفت رتبۂ بلند پہ فائز اور خلق اللہ کی فیض رسانی پہ "من جانب اللہ" مامور ہے، لہٰذا آپ نے حضرت امیر ملتؒ کی تعلیم و تربیت پہ خاص توجہ فرمائی اور حضرت بھی آپ کے فیض سے پوری طرح مستفید و مستفیض ہوئے۔ ۴؎

حضرت امیر ملتؒ نے اپنی مایۂ ناز کتاب "یارانِ طریقت" میں مولانا احمد حسنؒ کا ذکر بڑے ادب و احترام سے کیا ہے، حضرتؒ لکھتے ہیں۔

۳؎ "غالب در عصر غالب" از ڈاکٹر محمد ایوب قادری کراچی ۱۹۸۲ء ص ۱۷۳، "مہر منیر" ص ۴۳۔

۴؎ "سیرتِ امیر ملت" از سید اختر حسین علی پوری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء ص ۶۱، "ارکان خمسہ" از سید نذیر علی وکیل مطبوعہ میرٹھ ۱۹۰۶ء ص ۱۷۴، "برکاتِ علی پوری شریف" از پیر خیر شاہ امرتسری مطبوعہ امرتسر ۱۳۲۶ھ ص ۵۔

Marfat.com

"ایک دن میرے استاد زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین حضرۃ حاجی حافظ مولوی احمد حسن کانپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں نواب درویش گجراتی نے سرہند شریف کے اسٹیشن پر فقیر کی موجودگی میں دُعا کے واسطے عرض کی۔ حضرت مولانا صاحبؒ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ تُم کو اپنی محبت میں مستغرق کرے۔ نواب درویش نے عرض کی، حضرت! میں یہ نہیں چاہتا بلکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ مجھ کو پیر کی محبت میں مستغرق کرے۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے جو جواب فرمایا وہ یاد رکھنے کے قابل ہے۔ فرمایا! وہ دو نہیں ہیں بلکہ ایک ہی ہے۔ پیر کی محبت عین خدا تعالیٰ کی محبت ہے کیونکہ پیر وسیلہ یا ذریعہ ہے خدا کی محبت کا اور حق تعالیٰ کی محبت فرض ہے۔ خدا تعالیٰ کی محبت سوائے پیر کی محبت کے اور کسی طور سے حاصل نہیں ہو سکتی۔"[۵]

مولانا احمد حسنؒ بڑے دیندار، متقی اور متواضع شخصیت کے مالک تھے۔ انتہائی زیرک، مجسمۂ اخلاق اور صفاتِ حسنہ کا مجموعہ تھے۔ ملنسار، اپنے دوستوں سے محبت کرنے والے اور ان کے خیر خواہ تھے۔ نہایت بُرد بار، اہلِ دنیا سے کنارہ کش، قانع اور انتہائی صابر تھے۔ ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرتے تھے۔ درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہتے تھے اور یہ سلسلہ بغیر کسی اکتاہٹ کے جاری رکھتے۔ منطق، حکمت، اصول اور کلام کی انتہائی مشکل ترین کتابیں پڑھاتے اور مختلف

---

۵ "یاران طریقت یا پیر بھائی" مطبوعہ کراچی ۱۹۵۹ء ص ۲۵۔

Marfat.com

علوم کے دقیق مسائل پر بحث کرتے۔ روزانہ پندرہ سے زیادہ سبق پڑھاتے۔ اسی دوران آپ کو بواسیر کا عارضہ لاحق ہو گیا لیکن سخت تکلیف کے باوجود بھی سلسلہ درس تدریس منقطع نہ کیا، حتیٰ کہ بہت کمزور ہو گئے۔ حکیموں نے مکمل آرام کا مشورہ دیا اور درس تدریس سے منع کیا مگر آپ نے تادمِ آخریں اس شغل کو چھوڑنا گوارا نہ کیا۔ [۶]

آپ کا حلیہ کچھ یوں تھا:۔ شفاف گندمی رنگ، کشیدہ قامت، سفید ریش چہرہ پُرنور، جاذبِ نظر شکل و شباہت، اعلیٰ درجہ کی لطیف گفتگو۔ گفتگو کرتے تو گویا منہ سے پھول جھڑتے تھے۔ اس شانِ علم کے باوجود اخلاص و انکسار بیحد تھا۔

آپ نے بہت سی کتابیں لکھیں، جن کا علم ہو سکا وہ مندرجہ ذیل ہیں:۔

(۱) تفسیر قرآن مجید:۔ افسوس کہ یہ تفسیر زیورِ طبع سے آراستہ نہ ہو سکی۔

(۲) شرح مثنوی مولانا روم: مثنوی مولوی معنوی کی عدیم النظیر شرح ہے۔

(۳) حاشیہ حمد اللہ:۔ معقول کی مشہور کتاب حمد اللہ کا حاشیہ ہے۔

(۴) افاداتِ احمدیہ (۵) شرح ترمذی (قلمی)

(۶) رسالہ امکان کذب و امتناع: اس میں عقلی دلائل سے بحث کر کے کذبِ باری تعالیٰ" کا امتناع ثابت کیا گیا ہے۔ [۷]

آپ کی وفات حسرت آیات ۳ صفر المظفر ۱۳۲۲ھ / ۱۹ اپریل ۱۹۰۴ء کو کانپور میں ہوئی۔ حسبِ وصیت حضرت مولانا شاہ محمد عادل کانپوری (ف ۱۳۲۵ھ) نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور لباطی قبرستان کانپور میں آخری آرامگاہ بنی۔ [۸]

---

[۶] "نزہتہ الخواطر" ص ۳۴۔ [۷] "تذکرہ علمائے اہلسنت" ص ۲۷، "فقہ اسلامی" از مولانا عبدالاول جونپوری مطبوعہ ملتان ۱۹۸۱ء ص ۲۷۴۔ "نزہتہ الخواطر ص ۳۴
[۸] "تذکرہ علمائے اہلسنت" ص ۲۷۔ "فقہ اسلامی" ص ۲۷۴، "نزہتہ الخواطر" ص ۴۴۔

Marfat.com

حضرت مولانا شاہ ابو سعید رحمانی ایرانی (ف ۱۳۴۸ھ) نے یہ قطعہ تاریخ وفات کہا

احمد و حسنی ہادیٔ راہ — طالبِ دیں راہ پُشت پناہ
رفع بہ نصب و جر بہ سکوں — جملہ گذشتش فونی فاہ
داد جہاں را درس بجاں — فقر قبایش، عشق کلاہ
رفت بمکہ با سرو چشم — بوسہ بدادش سنگِ دو تاہ
ختمِ رُسل را دید چناں — کز سرو پایش ریخت گناہ
لا بزباں الا اللہ بجاں — روح روانش رودہ داہ
رفت ز دنیا سوئے جناں — دست بدست امدادِ اللہ
اندوہِ ہجرش باز مپرس — خوں شدہ ماہی ماہ سیاہ
پاکی اُدرا آمدہ ہاں — روضۂ پاکش پاک گواہ
رحمتِ ایزد باد براں — ہردم وہر گہ شام و پگاہ
از پئے سالش بود تمام — مغزِ تفکر خوار و تباہ

گفت سنیدش ہاتفِ غیب

صوفی، عالم، حافظ آہ [۹]

آپ کے صاحبزادگان میں مولانا مشتاق احمد (ف ۱۳۵۲ھ) اور مولانا نثار احمد (۱۳۱۹ء) مشہور عالم، فاضل اور نابغۂ روزگار گزرے ہیں۔ مؤخر الذکر نے تحریک خلافت میں بھی شاندار کارنامے سر انجام دیئے اور قید و بند کی تکالیف برداشت کیں۔

---

[۹] "تذکرہ علمائے اہلسنت" ص ۲۷

Marfat.com

مولانا ارشاد حسینؒ رامپوری

مولانا ارشاد حسین بن احمد حسین بن محی الدین بن فیض احمد بن کمال الدین بن درویش احمد بن زین بن یحییٰ بن احمد العمری السرہندی ثم رامپوری جن کا سلسلۂ نسب امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ النورانی سے ہوتا ہوا سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے، بہت بڑے عالم فقیہ اور ہندوستان کے مشہور علماء میں سے تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۴ ؍صفر المظفر ۱۲۴۸ھ/ ۱۸۳۲ء کو رامپور میں ہوئی۔ کتب فارسی اپنے والد ماجد احمد حسین اور شیخ احمد علی سے پڑھیں۔ اساتذۂ وقت سے عربی کی تحصیل کی۔ لکھنؤ جاکر کتبِ منقول پڑھیں۔ پھر رامپور میں مولانا محمد نواب خاں مجددی (ف ۱۸۹۱ء) بن سعد اللہ افغانی مہاجر مکی کی خدمت میں اکتسابِ علم کیا اور معقول و منقول میں ہم عصروں پر فوقیت حاصل کرلی۔

علومِ ظاہری کے حصول کے بعد علومِ باطنی کے لیے دہلی جاکر حضرت شاہ احمد سعید مجددی دہلویؒ (ف ۱۲۷۷ھ) سے بیعت ہوئے، سندِ حدیث حاصل کی اور محبوبیتؒ مرادیت کا مقام پایا۔ اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔ جب حالات کی ابتری اور ملک پر انگریزی اقتدار و غلبہ کی وجہ سے حضرت شاہ احمد سعیدؒ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو آپؒ کو رامپور جانے کا حکم دیا۔ وہاں آپ نے درس و تدریس اور رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا۔

Marfat.com

کچھ عرصہ بعد اپنے خادم محمد موسیٰ بخاری کو ہمراہ لے کر پیادہ پا حج کے لیے روانہ ہوگئے، آٹھ ماہ میں یہ سفر طے ہوا۔ مدینہ طیبہ حاضر ہوکر اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ احمد سعیدؒ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اور ایک سال تک حاضر خدمت رہ کر تکمیلِ سلوک کی۔ پھر اُن کے حکم سے واپس رامپور تشریف لاکر حضرت ملّا اخوند فقیر قادری رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کی مسجد میں قیام پذیر ہوئے۔ حفظِ قرآن کیا اور بہ اتباعِ سنّتِ نبویؐ ایک بیوہ سے نکاح کیا۔ [1]

نواب کلب علی خاں والیٔ رامپور (ف ۱۳۰۴ھ) سے محبّت و مودّت تھی۔ اُنھوں نے صاحبِ ریاست ہونے کے بعد بے حد اعزاز واکرام بڑھایا، اُمورِ سلطنت میں آپ سے مشورے لیتے آپ کو افتاء کی مسند پر فائز کیا۔ آپ کے اوقات اوراد و وظائف، حلقۂ ذکر اور درس و تدریس سے معمور تھے۔ ہر جمعہ کو اپنی مسجد میں وعظ کہتے، ذوق وشوق اور گریہ و بُکا سے مجلس نمونۂ محشر معلوم ہوتی [2]

آپ کا قد سیدھا در میانہ، فراخ سینہ علوم و معارف کا گنجینہ، پیشانی کشادہ، سر پُرشکوہ داڑھی گھنی، آنکھیں سیاہ مائل بہ سُرخی، بھنویں لمبی اور ایک دوسرے سے جدا، گویا قبلہ مرادِ سائل ناک معتدل، چہرہ کا رنگ گندمی اور گول، ہم عقیدہ پر غایت شفقت فرماتے اور باطل پرستوں سے شدید نفرت برتتے تھے [3]

---

[1] تذکرہ علمائے ہند از رحمٰن علی (اُردو ترجمہ از پروفیسر محمد ایوب قادری) مطبوعہ کراچی ۱۹۶۱ء ص ۵۶۰ — تذکرہ علمائے اہلسنت" ص ۲۴ "سعید البیان فی مولد سیّد الانس والجان مطبوعہ گوجرانوالہ ۱۹۸۲ء ص ۱۷، "نزہۃ الخواطر" جلد ہشتم ص ۴۹ "تذکرہ کاملانِ رامپور" از حافظ احمد علی خاں شوق مطبوعہ دہلی ۱۹۲۹ء ص ۳۰، ۳۱

[2-3] "تذکرہ علمائے اہلسنت" ص ۲۴-۲۵۔

نواب قطب الدین خاں دہلوی (ف ۱۲۸۹ھ) کے رسالہ "مناقب امام اعظم" کے رد میں غیر مقلدین کے پیشوا شمس العلما میاں نذیر حسین دہلوی (ف ۱۹۰۲ء) نے "معیار حق" کے نام سے ایک کتاب لکھ کر سراج الامت امام الائمہ حضرت امام ابو حنیفہ الملقب بہ امام اعظم پر زبان سب وشتم دراز کی تو آپ نے "معیار حق" کے جواب میں "انتصار الحق" لکھی۔ آپ نے اس کتاب میں حمایت حق کا شاندار مظاہرہ کیا۔ اس کتاب کو مولوی محمد احسن نانوتوی مقیم بریلی (ف ۱۸۹۴ء) نے اپنے مطبع صدیقی بریلی سے چھاپ کر شائع کیا۔[۴]

۱۳۰۲ھ میں جب دیوبند، گنگوہ اور سہارنپور وغیرہ کے بعض علمائے دیوبند نے میلاد و فاتحہ وغیرہ کے خلاف فتویٰ دے کر اہل سنت وجماعت کے خلاف طوفان بدتمیزی مچانے کی سعی ناشکور کی تو مولانا عبدالسمیع بیدل رامپوری (ف ۱۹۰۱ء) نے ان فتووں کے رد میں ایک مفصل اور مدلل کتاب "انوار ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ" لکھ کر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ان کا منہ بند کر دیا۔

اس کتاب پر اس دور کے مشہور و مقتدر علما مثلاً مفتی لطف اللہ علی گڑھی (ف ۱۹۱۶ء) مولانا فیض الحسن سہارنپوری (ف ۱۸۸۷ء) مولانا غلام دستگیر قصوری (ف ۱۳۱۵ھ) اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی (ف ۱۹۲۱ء) مولانا عبدالقادر بدایونی (ف ۱۹۰۱ء) مولانا وکیل احمد سکندر پوری (ف ۱۳۲۲ھ) مولانا محمد فاروق چریا کوٹی (ف ۱۹۰۸ء) مولانا عبدالحق حقانی (ف ۱۹۱۷ء) کی تقاریظ کے ساتھ ساتھ آپ (مولانا ارشاد حسین رامپوری) کی تقریظ بھی شامل ہے۔ اسی طرح مولانا رحمت اللہ کیرانوی (ف ۱۸۹۰ء) اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکی (ف ۱۸۹۹ء) کی تصدیقات سے بھی کتاب مزین ہے۔[۵]

---

[۴] "تذکرہ علمائے اہلسنت" ص ۲۵، "فقہ اسلامی" ص ۲۷۵، "تذکرہ محدث سورتی" ص ۳۰۵

[۵] "غالب اور عصر غالب" ص ۱۷۳ تا ۱۷۵

Marfat.com

آپ کے شاگردوں میں سنوسی ہند امیر ملت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری (ف ۱۹۵۱ء) سید دیدار علی شاہ الوری (ف ۱۹۳۵ء) شاہ سلامت اللہ رامپوری (ف ۱۳۳۸ھ) علامہ ظہور حسین رامپوری (ف ۱۳۴۲ھ) مولانا عبدالغفار خاں رامپوری (ف ۱۹۳۰ء) اور مولانا شاہ عنایت اللہ خاں رامپوری (ف ۱۳۴۵ھ) وغیرہم بہت مشہور ہوئے۔ حضرت امیر ملت نے آپ کی خدمت میں رامپور حاضر ہوکر اکتساب علم کیا۔ آپ نے دیگر شاگردوں کے مقابلے میں حضرت امیر ملت پر خصوصی توجہ فرمائی۔ مشہور آزاد خیال مصنف و عالم مولانا شبلی نعمانی (ف ۱۹۱۴ء) نے بھی رامپور میں آپ سے فقہ کا درس لیا۔ فاضل بریلوی حضرت مولانا احمد رضا خاں قدس سرہ، آپ کے علم و فضل اور زہد و تقوی کے بڑے مداح تھے[۲۶]

آپ کی وفات حسرت آیات ۱۵ ر جمادی الثانی ۱۳۱۱ھ / ۲۴ ر دسمبر ۱۸۹۳ء کو ہوئی اور اپنی مسجد میں جانب شرق مدفون ہوئے۔ [۲۷]

---

[۲۶] "سیرت امیر ملت" ص ۶۱، "تذکرہ علمائے اہلسنت" ص ۲۵۔

[۲۷] "تذکرہ علمائے ہند" ص ۵۶، "تذکرہ علمائے اہلسنت" ص ۲۵، نزہتہ الخواطر" جلد ہشتم ص ۵۰۔ "مولانا محمد احسن نانوتوی" از پروفیسر محمد ایوب قادری، کراچی ۱۹۶۶ء ص ۱۲۰

Marfat.com

حافظ قاری شہاب الدین کاشمیری

آپ قلعہ سوبھا سنگھ ضلع سیالکوٹ میں رہتے تھے۔ حضرت امیر ملّتؒ کے والدگرامی حضرت پیر سیّد کریم شاہؒ (ف ۱۹۰۲ء) آپ کو علی پور سیّداں لے آئے تھے تاکہ آپ حضرت امیر ملتؒ کو قرآن کریم حفظ کرائیں۔ آپ نے بڑے احسن طریقے سے نہایت کم مدّت حضرت امیر ملتؒ کو قرآن پاک حفظ کرایا تھا۔ آپ دیندار، صالح، متقی شخص تھے ــــــ قرآن مجید بہت اچھا حفظ تھا اور بڑی خوش الحانی کے ساتھ قراءت کرتے تھے۔

آپ سے حفظ کرنے کے بعد حضرت امیر ملّتؒ کئی سال تک متواتر رمضان شریف کے آخری عشرے میں ہر رات شبینہ سنایا کرتے تھے۔ حضرت امیر ملّتؒ کے بڑے صاحبزادے سراج الملّت پیر سیّد محمد حسین شاہؒ (ف ۱۹۶۱ء) اور منجھلے صاحبزادے خادم الملّت پیر سیّد خادم حسین شاہؒ (ف ۱۹۵۱ء) نے بھی آپ سے کلام مجید حفظ کیا تھا اور چھوٹے صاحبزادے شمس الملّت پیر سیّد نور حسین شاہؒ (ف ۱۹۷۸ء) نے آپ کے صاحبزادے حافظ عبدالرحمٰنؒ سے حفظ کیا تھا۔ ؎

آپ کی آخری آرامگاہ علی پور شریف میں بنی۔

؎ "سیرتِ امیر ملّت" ص ۵۷، "ارکانِ خمسہ" ص ۱۷۳، "برکاتِ علی پور" ص ۵

Marfat.com

مولانا عبدالرشید علی پوری

آپ علی پور سیّداں ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔ آپ کا تمام خاندان دولت علم و عمل سے مالا مال تھا۔ آپ بڑے عالم، بزرگ اور صوفی مشرف تھے۔ اپنی جدّی مسجد علی پور سیّداں واقع کوٹ میں مخلوق خدا کو فیض پہنچاتے تھے۔

حضرت امیرِ ملّت جب حفظِ قرآن سے فارغ ہوئے تو بہت کم سِن تھے۔ اس لیے تحصیلِ علم کے لیے کہیں باہر بھیجنا مناسب نہ تھا۔ چنانچہ حضرت کو آپ کی شاگردی میں دے دیا گیا۔ حضرت نے آپ سے اُردو اور فارسی کی ابتدائی تعلیم حاصل کی اور کریما گلستان، بوستاں اور مولانا جامیؒ (ف ۸۹۸ھ/ ۱۴۹۲ء) کی احسن القصص وغیرہ کتابیں پڑھیں۔

حضرت امیرِ ملّتؒ نے بہت جلد یہ ابتدائی مدارج طے کر لیے اور اسی دوران خوش نویسی میں بھی مشق بہم پہنچائی۔ حضرت کو بچپن سے تصوّف سے جو خصوصی تعلق تھا وہ آپ ہی کے فیضِ صحبت کا اثر تھا۔ [1]

آپ کی آخری آرامگاہ علی پور شریف میں بنی۔

---

[1] "سیرتِ امیرِ ملّت" ص ۵۷، "ارکانِ خمسہ" ص ۱۷۳، "برکاتِ علی پور" ص ۵۔

Marfat.com

مولانا قاری حافظ عبدالوہابؒ امرتسری

قاری صاحب کے حالات تلاشِ بسیار کے باوجود دستیاب نہ ہو سکے۔ استاذی حکیم ملت حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری ثم لاہوری جو "علمائے امرتسر" کے حالات پر "سند" سمجھے جاتے ہیں، انہوں نے بھی قاری صاحب کے حالات سے لاعلمی کا اظہار کیا۔

حضرت امیر ملتؒ عنفوانِ شباب میں قاری صاحب کے حلقۂ تلامذہ میں شامل ہوئے تھے اور صرف، نحو، منطق وغیرہ کی ابتدائی کتابیں آپ سے پڑھی تھیں۔ قاری صاحب کے طرزِ تدریس اور حضرت امیر ملتؒ کے ذوق و شوق نے ملکر ایک ایسا علمی ماحول پیدا کر دیا کہ حضرت امیر ملتؒ آسمانِ شہرت پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔ [1]

"ملفوظاتِ امیر ملت" میں حضرت قاری صاحبؒ کا ذکرِ خیر موجود ہے حضرت امیر ملتؒ ارشاد فرماتے ہیں:-

"ایک دن میرے استاد حافظ عبدالوہاب صاحب نے فرمایا کہ جب ہم غسل کرتے ہیں تو ہمارے جسم سے پیسہ بھر بھی میل نہیں اترتی مگر ہمارا جسم ہلکا ہو جاتا ہے، تو جس کے دل کی میل اتر جائے اس کی کیسی حالت ہو گی؟" [2]

---

[1] "سیرتِ امیر ملت" ص ۵۸، "ارکانِ خمسہ" ص ۱۷۴، "برکاتِ علی پور" ص ۵۔

[2] "ملفوظاتِ امیر ملت ص ۲۳

مولانا غلام قادر بھیروی

آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۶۵ھ/ ۱۸۴۹ء میں بھیرہ ضلع سرگودھا میں مولانا غلام حیدر ہاشمیؒ کے ہاں ہوئی۔ آپ کا اصل نام عبدالقادر تھا مگر غلام قادر کے نام سے مشہور ہوئے۔ ابھی آپ عالمِ طفلی ہی میں تھے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے علمِ دین کی تحصیل اور انسانیت کی ہدایت و خدمت کی بشارت دی اور وطن سے باہر رہ کر علم سیکھنے کا اشارہ کیا۔ لہٰذا آپ حصولِ علم کی خاطر گھر سے نکلے اور برصغیر پاک و ہند کے مختلف مدارسِ دینیہ میں اکتسابِ علم کرتے رہے۔[۱]

آپ نے ابتدائی تعلیم مولانا غلام محی الدین بگوی (ف ۱۲۷۳ھ) اور ان کے چھوٹے بھائی مولانا احمد دین بگوی (ف ۱۲۸۶ھ) سے حاصل کرنے کے بعد دہلی میں مولانا مفتی صدر الدین آزردہ (۱۲۸۵ھ/ ۱۸۶۸ء) کے حضور زانوئے تلمذ تہہ کر کے علومِ متداولہ کی تکمیل کی۔ بعد فراغت لاہور تشریف لائے اور اونچی مسجد، اندرون بھاٹی دروازہ میں خطیب مقرر ہوئے عالمانہ تقریر کی کشش نے دور و دراز کے لوگوں کو متوجہ کیا۔ بیگم شاہی مسجد کی متولیہ ہوا، آپ کے مواعظِ حسنہ سے اس قدر خوش ہوئیں کہ انہوں نے آپ کو اپنی مسجد کا خطیب مقرر کر دیا اور پھر مسجد کی تولیت بھی اپ کے سپرد کر دی۔[۲]

---

[۱] "تذکرہ علمائے اہل سنت و جماعت" ص ۲۲۳۔ "لاہور" از علامہ اقبال احمد فاروقی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء

۱۸۷۹ء میں آپ اورنٹیل کالج لاہور میں عربی کے نائب مدرس کی حیثیت سے ملازم ہوئے۔ ۱۸۸۱ء میں انگریز سرکار کو جوازِ سُود پہ فتویٰ کی ضرورت پیش آئی جس پر ملک کے علمائے حقّانی نے دستخط کرنے سے انکار کردیا۔ چنانچہ ان علمائے کرام سے مایوس ہوکر گورنمنٹ کو اپنے ملازمین اور اُن کاسہ لیس علمأ کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ جو ہر دور میں اقتدار کی غلط باتوں اپنی مہریں لگانے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ مولانا غلام قادر کے پاس جب یہ فتویٰ پہنچا تو آپ نے دستخط کرنے سے صاف انکار کردیا، حکومت نے کالج کے پرنسپل ڈاکٹر لائٹنر سے رجوع کیا تاکہ وہ اپنے کالج کے مولویوں سے دستخط لیں۔ اُن دنوں ڈاکٹر شملہ میں گرمیوں کی چھٹیاں گزار رہے تھے اُنہوں نے سارے سٹاف کو ہدایت کی کہ وہ حکومت کے منشأ کے مطابق فتویٰ دیں کیونکہ یہ اُستاد سرکاری ملازم ہیں۔ مولانا نے اس چِٹھی کے پڑھتے ہی سب سے پہلے ملازمت سے استعفےٰ دیا اور پھر یہ کہا کہ:

"میں غلط فتویٰ نہیں دوں گا"۔

پرنسپل کو مولانا جیسے فاضل کا کالج چھوڑنا بڑا گوار تھا۔ چنانچہ اُس نے لکھا کہ آپ فتویٰ نہ دیں مگر کالج میں رہیں۔ مگر آپ نے لکھا کہ میں غلط فتویٰ لکھنے کے لئے ملازمت نہیں کرسکتا۔

ڈاکٹر نے لاہور واپس آکر حضرت مولانا کو بُلایا تو آپ نے فرمایا کہ:

۱؎ "تذکرہ علمائے پنجاب" ص ۴۶۹۔ "نزہتہ الخواطر" جلد ہشتم ص ۳۴۹

Marfat.com

"مجھے خواب میں میرے آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے
کہ اب میں صرف قرآن و حدیث پڑھایا کروں، میری تنخواہ اللہ کے خزانے
سے ہر ماہ آیا کریگی۔ اندریں حالات میں کالج کی پروفیسری سے معذور ہوں"[۳]

اس کے بعد آپ نے دارالعلوم نعمانیہ لاہور میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا
جہاں ہزاروں کی تعداد میں علماء و مشائخ نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا جن میں
سنوسیِ ہند امیر ملت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہٗ سب سے
نمایاں ہیں۔ حضرت امیر ملت رح جب بحیثیت طالب علم آپ کے پاس آتے تو آپ نے
بصد خوشی حضرت کو اپنے تلامذہ میں بٹھایا اور خصوصی شفقت، محبت اور نظر سے
نوازا۔ حضرت امیر ملت رح نے بھی بڑی توجہ سے استفادہ کیا۔ آپ کو حضرت امیر ملت رح سے
ایسا تعلقِ خاطر پیدا ہو گیا تھا کہ آپ نے اپنے انتقال کے وقت معتقدین اور متوسلین
کو تاکید کی تھی کہ وہ حضرت امیر ملت رح کی خدمت میں حاضری دیتے رہا کریں[۴]

آپ کے دیگر شاگردوں میں مولانا نبی بخش حلوائی مؤلف "تفسیر نبوی" (ف ۱۹۴۵ء)
مولانا محمد عالم آسی امرتسری رح مصنف "الکاویہ علی الغاویہ" (ف ۱۹۴۴ء) مولانا غلام حیدر
قریشی رح پونچھ والے (ف ۱۹۵۹ء) مولانا مفتی غلام احمد حافظ آبادی (ف ۱۹۰۷ء) قاضی
ظفر الدین لاہوری رح، صوفی غلام قادر چشتی سیالوی رح اور مولانا محمد ضیاء الدین مدنی رح (ف ۱۹۸۱ء)
جیسے مشاہیر شامل ہیں[۵]

آپ نے شمس العارفین حضرت خواجہ محمد شمس الدین سیالوی رح (ف ۱۳۰۰ھ) کے

۳۔ "تذکرہ علمائے اہلسنت و جماعت لاہور" ص ۲۲۸۔ مکتوب گرامی علامہ اقبال احمد فاروقی (مصنف تذکرہ
علمائے اہلسنت وجماعت لاہور) از لاہور محررہ ۲۹ دسمبر ۱۹۸۷ء

ہاتھ پر بیعت کی تھی اور اجازت و خلافت سے بھی سرفراز ہوئے تھے۔ آپ کے اوراد و اشغال میں حضور سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے اویسی نسبت کی بنا پر قادریت کا غلبہ تھا۔ اُس زمانہ میں آپ کو "لاہور کا قُطب" سمجھا جاتا تھا۔ سلسلہ چشتیہ سے نسبت کے باوجود سماع سے احتراز کرتے اور مجالسِ سماع سے کنارہ کش رہتے۔ آپ فلسفہ وحدت الوجود کے زبردست حامی تھے اور آپ کی کتاب شمس الحنیفہ اسی موضوع پر بڑی مدلّل کتاب ہے۔ [۶]

آپ نے بہت سی کتابیں لکھیں۔ جن کا علم ہو سکا وہ مندرجہ ذیل ہیں :۔

۱۔ اسلام کی گیارہ کتابیں :۔ یہ کتابیں نصابی حیثیت رکھتی ہیں۔ اِن میں چھوٹے چھوٹے جملوں اور آسان زبان میں اعتقاد کے اہم مسائل کو پیش کیا گیا ہے۔ ان کتابوں کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اب تک لاکھوں کی تعداد میں چھپیں اور پڑھی گئیں۔ ۲۔ نماز حضوری ۳۔ نمازِ ضروری ۴۔ ختماتِ خواجگان ۵۔ حقیقتِ انوارِ محمدیہ ۶۔ شمس الحنیفہ بجوابِ نورُ الحنیفہ (مسئلہ وحدت الوجود) ۷۔ جوہر ایمانی ۸۔ نورِ ربانی فی مدح محبوبِ سبحانی ۹۔ عکازہ درصلوٰۃ جنازہ ۱۰۔ شوارق صمدیہ، تلخیص و ترجمہ بوارقِ محمدیہ فی رجم الشیاطین النجدیہ۔ مؤلفہ مولانا فضل رسول بدایونی رح (ف ۱۸۷۲ء) ۱۱۔ شمس الضحیٰ فی مدح خیر الوریٰ صلعم ۱۲۔ فاتحہ خوانی۔ [۷]

آپکی رحلت ۱۹ ربیع الاوّل ۱۳۲۷ھ / ۱۰ اپریل ۱۹۰۹ء کو ہوئی۔ بیگم شاہی مسجد لاہور میں آخری آرام گاہ بنی۔ نمازِ جنازہ میں خلقِ خدا کا ہجوم اس قدر تھا کہ تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ اُس روز شہر کے تمام مزدوروں نے مزدوری ترک کر کے جنازہ میں شمولیت کی۔

آپکے شاگردِ رشید حضرت مولانا محمد عالم آسی امرتسری رح نے تاریخ وفات کہی۔

"منبعِ فیضِ ربِّ جلیل"	"در خلدِ بریں قبلۂ من" [۸]
۱۳۲۷ھ	۱۳۲۷ھ

مولانا شاہ فضلِ رحمٰن گنج مراد آبادی

حضرت مولانا شاہ فضلِ رحمٰن بن شاہ اہل اللہ بن محمد فیاض بن برکت اللہ بن عبدالقادر بن سعد اللہ بن نور اللہ المعروف نور محمد بن عبداللطیف بن عبدالرحیم بن شیخ محمد رضوان اللہ ۲۱ رمضان المبارک ۱۲۰۸ھ / ۲۲ اپریل ۱۷۹۴ء کو قصبہ ملانواں ضلع ہردوئی (انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ اِس قصبہ میں سب سے پہلے آپ کے مورثِ اعلیٰ شیخ محمد رضوان اللہ نے قیام فرمایا تھا۔ اُن کا سلسلۂ نسب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک جا پہنچتا ہے۔

آپ کے والد حضرت شاہ اہل اللہؒ (ف   ) حضرت شاہ عبدالرحمٰن موحد لکھنوی (ف ۱۸۲۹ء) کے مرید تھے۔ آپ کی ولادت کی خبر حضرت لکھنویؒ نے آپ کے والد کو دی تھی اور آپ کا نام بھی حضرت لکھنوی ہی نے "فضلِ رحمٰن" رکھا تھا۔ یہ نام تاریخی بھی ہے۔ [1]

آپ نے مولانا نور الحقؒ (ف ۱۸۲۲ء) بن مولانا انوار الحق فرنگی محلیؒ (ف ۱۸۲۱ء) سے پڑھنے کے بعد مولانا حسن علی محدث لکھنوی (ف ۱۸۳۹ء) اور مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی

---

[1] "تذکرہ شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی" مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۵۸ء ص ۱۵، "تذکرہ علمائے ہند" ص ۳۷۹، "نزہۃ الخواطر" جلد ہشتم ص ۳۶۲، "تذکرہ محدث سورتی" ص ۵۳۔

ٹ "تذکرہ علمائے اہلسنت وجماعت لاہور" ص ۲۳۱، ۲۳۲۔ ے تذکرہ علمائے اہلسنت و جماعت لاہور" ص ۲۳۱، "اولیائے چشت لاہور" ص ۲۳۳، "تذکرہ علمائے پنجاب" ص ۱۷۴۔
ثہ "تذکرہ علمائے پنجاب" ص ۷۰، "تذکرہ علمائے اہلسنت" ص ۱۹۴، "انوارِ قطبِ مدینہ" ص ۱۵۳۔

Marfat.com

(ف ۱۲۶۴ھ-۱۸۴۵ء) سے استفادہ کیا۔ پھر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (ف ۱۲۳۹ھ-۱۸۲۴ء) کے درس میں شریک ہو کر بخاری شریف کی سماعت کی۔ اس کے بعد واپس وطن آ گئے۔ شاہ عبدالعزیز کے انتقال کے بعد پھر دہلی گئے اور حضرت شاہ محمد آفاق (ف ۱۲۵۱ھ / ۱۸۳۵ء) کی فیضِ صحبت میں رہ کر طریقت کی تعلیم حاصل کی اور بیعت کر کے اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔ [۱]

حضرت شاہ محمد آفاق دہلوی نے جو سندِ خلافت عطا فرمائی وہ کچھ یوں ہے۔

"فقیر محمد آفاق احمدی"

"محب الفقرا مخلص الفضلا مولوی فضلِ رحمٰن بعافیت باشد۔ بعد دعوات ترقیاتِ ظاہر و باطن مطالعہ نمایند۔ دریں جوار فضلِ پروردگار خیریت و صحت و عافیت آں محب الفقرا مدام مطلوب۔ دیر است کہ از حالات خیریت آیاتِ آں محب الفقرا اطلاع ندارد۔ ازیں باعث دل متعلق۔ باید کہ ہموارہ بدست آیندگان ایں سمت از نامجات خیریتِ آیاتِ دل را خرم می کردہ باشد۔ شمارا اجازت است کہ ہر کہ را در طریقۂ علیۂ نقشبندیہ و قادریہ داخل شود اورا داخل نمایند۔ و بدل متوجہ یاران باشند و محب علی را توجہ می دادہ باشند۔ و پیوستہ نویسان حالات باشند۔ زیادہ نور چشماں درازیٔ عمر و حیات خوانند۔ و بجمیع یاران و مخلصانِ فقیر و یارانِ خود را دعا رسانند۔ از میاں عزیز احمد و عطا محمد و فدا محمد از جمیع صوفیانِ خانقاہ سلام شوق خوانند از اعظم علی سنت الاسلام و مبارک باد خوانند از اندرون دعواتِ خوانند۔" [۲]

[۲] "مصباح العاشقین" از سید ظہور احمد شاہ گیلانی لاہوری، علمی پرنٹرز لاہور ۱۴۰۳ھ ص ۶۰، ۶۱

[۳] "مصباح العاشقین" ص ۱۰۰، ۱۰۱

---

[۱] "تذکرہ اولیائے ہند و پاکستان" از ڈاکٹر ظہور الحسن شارب، لاہور ۱۹۸۰ء ص ۱۸۰، ۱۸۱

Marfat.com

دہلی سے واپس وطن تشریف لاکر عرصہ تک ملانواں میں قیام کیا۔ پہلی بیوی کے انتقال کے بعد گنج مرادآباد میں دوسری شادی کی اور پھر وہیں رہنے لگے۔ گنج مرادآباد کی سکونت کے بعد آپ زیادہ تر سفر میں رہے، عرصہ تک لکھنؤ، کان پور، بنارس، قنوج وغیرہ شہروں کا چکر لگاتے رہے۔ کبھی طباعت کے سلسلے میں مصاحف کی تصحیح اور حدیث شریف کی تدریس میں منہمک ہوجاتے۔ جب عمر مبارک زیادہ ہوئی تو ترکِ سفر کرکے مستقل طور پہ گنج مرادآباد میں قیام پذیر ہوگئے۔ عقیدت مندوں کا ہجوم نجوم رہنے لگا۔ لوگ جوق در جوق آتے اور اپنے دامن گوہرِ مراد سے بھر کرلے جانے لگے۔ بڑے بڑے علمائے کرام حاضر ہوکر قدمبوسی کا شرف حاصل کرنے۔ ۱۳۰۹ھ میں فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں قدس سرہٗ (ف ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) بھی مولانا وصی احمد محدث سورتیؒ (ف ۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۶ء) کی رفاقت میں ملاقات کے لیے گئے اور خوب محفل جمی۔ غرض آپ نے وہ قبولِ عام حاصل کیا کہ آپ کے ہم عصر اس کا عشرِ عشیر بھی نہ پا سکے۔[۵۲]

چونکہ آغازِ سن شعور ہی سے طبیعت اشغالِ باطن کی طرف متوجہ تھی، اس لیے تصنیف و تالیف کا زیادہ اتفاق نہ ہوا۔ زندگی بڑی سادہ گزارتے تھے۔ باجرہ کی روٹی کھاتے تھے۔ مٹی کے برتن میں کھانا کھاتے تھے۔ گوشت کھانا چھوڑ دیا تھا۔ ایک چھوٹی سی چوکی پر چٹائی بچھی رہتی تھی، اُس پر نماز پڑھتے تھے۔ جو کچھ آتا شام تک خرچ کر دیتے تھے۔ خدا پر کامل توکل تھا، بہت سخی اور سنّت کے سخت پابند تھے۔ اپنے پیر و مرشد کی بہت عزت کرتے تھے۔ تہجد پابندی سے پڑھتے تھے۔ ذکر اور مراقبہ میں ہمہ تن مشغول رہتے تھے۔ لوگوں کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھتے اور اس کے صحن میں واقع حجرہ میں قیام کرتے۔ عقیدت مندوں کو مثنوی مولانا رومؒ پڑھنے کی تاکید فرماتے کہ اس کے پڑھنے سے تین سو آدمی قطب و ابدال

---

[۵۲] "تذکرہ علمائے اہلسنت" ص ۲۰۸، "تذکرہ اولیائے ہند و پاکستان" ص ۱۸۳، "نزہۃ الخواطر" ص ۳۶۲

آپ کا قد میانہ مائل بہ بلندی جو نہایت موزوں نظر آتا۔ رنگ کھلتا ہوا گندمی۔ سر بہت بڑا تھا، جس سے سرداری کے آثار ظاہر ہوتے تھے۔ بال بہت نرم اور کان کی لَو تک رہا کرتے تھے۔ پیشانی فراخ اور بھویں پیوستہ تھیں۔ آنکھ نہ بہت بڑی نہ بہت چھوٹی مگر بہت بھلی معلوم ہوتی تھی۔ کان بڑے بڑے تھے اور بایاں کان کسی قدر شہید تھا۔ بینی قدرے بڑی تھی۔ رُخسارے اُبھرے ہوئے تھے جن سے چہرہ بہت خوش نما اور بارعب معلوم تھا۔ لب باریک اور گلابی تھے۔ ریش مبارک ذقن پر زیادہ نہ تھی نہ بہت بڑی نہ بجید چھوٹی۔ بازو آپ کے گول، پنجہ خوش نما اور انگلیوں کے ناخن گلابی اور چمکدار تھے[۲]

آپ کی پوشاک بالکل سادہ اور کم قیمت کپڑے کی ہوتی۔ سر پہ دوپلی ٹوپی اوڑھتے تھے مگر بوقتِ نماز عمامہ زیب تن کر لیتے، کبھی پردے دار انگرکھا کبھی صرف شلوکہ استعمال فرماتے۔ پائجامہ غرارے دار، عبا کا کبھی استعمال نہیں کیا۔ مُرشد گرامی کی سنّت کے مطابق صبح مونگ کی کھچڑی، شام کو مونگ کی دال یا ماش کی دال یا مونگ کی بڑیاں ایک آدھ پُھلکے کے ساتھ تناول فرماتے اور تھوڑا سا دُودھ نوش کرتے۔

آپ کا اخلاق بہت بلند تھا۔ آپ کے ہاتھ اور زبان سے کبھی کسی کا دل نہ دُکھا۔ دوپہر سے قبل اور ظہر و عصر کے بعد اکثر اوقات قرآن حکیم اور حدیث شریف پڑھاتے آپ کے کشف و کرامات بے شمار ہیں[۳]

آپ کے ملفوظات کئی دفاتر میں پھیلے ہوئے ہیں، بطور تبرک چند ایک درج کرتے

---

[۱] "تذکرہ اولیائے پاک و ہند" از ڈاکٹر ظہور الحسن شارب مطبوعہ لاہور ۱۹۸۰ء ص ۳۹۱۔

[۲] مصباح العاشقین ص ۲۲، ۲۳۔

[۳] "مصباح العاشقین" ص ۲۳ تا ۲۵۔ "نزہتہ الخواطر" جلد ہشتم ص ۳۶۳۔

Marfat.com

کی سعادت حاصل کی جارہی ہے۔

ایک دفعہ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ "اہل جنت ہونے کی کیا نشانی ہے"۔ آپ نے ارشاد کیا کہ "جن کا نفسِ امارہ مقہور ہو جائے اور دل وساوسِ شیطانی سے خلاصی پا جائے۔"

ایک دفعہ کسی نے عرض کیا میرے گناہ کیونکر بخشے جاویں گے۔ فرمایا!

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا

اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝ (پارہ ۲۴ سورہ الزمر آیت : ۵۳)

"خدا کی رحمت سے نا امید نہ ہونا۔ خدا تو سب گناہوں کو بخش دیتا ہے (اور) وہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔"

اور یہ بھی فرمایا کہ ہر نماز کے بعد سر بسجود ہو کر "اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْهِ چند بار پڑھ لیا کرو۔ [۸]

حضرت امیرِ ملّت محدث علی پوری قدس سرہٗ، مولانا احمد حسن کانپوری (ف ۱۹۰۴ء) سے سندِ تکمیل حاصل کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے اپنی ٹوپی اتار کر حضرت امیرِ ملت کو پہنا دی اور اپنا پس خوردہ پانی پینے کے لیے عنایت فرمایا، دُعا دی اور اوراد و وظائف اور سندِ حدیث کی اجازت دے کر فرمایا کہ "جاؤ اللہ کا نام خلقِ خدا کو بتایا کرو" [۹]

آپ کی وفات ۲۲ ربیع الاوّل ۱۳۱۳ھ / ۱۲ ستمبر ۱۸۹۵ء کو گنج مراد آباد میں ہوئی اور مقبرہ مراد خاں کے احاطے میں سپردِ خاک کیے گئے۔ جہاں ہر سال ۲۲ ربیع الاوّل کو

---

[۸] "فضلِ رحمانی" از شاہ محمد ابو صالح مقتضر کانپوری مطبوعہ لکھنؤ ۱۳۲۲ھ ص ۶، ۷، ۱۸

[۹] "سیرتِ امیرِ ملت" ص ۶۰، "بیخ گنج علی پوری" ۲۵، "آفتابِ عالمتاب" ص ۱۰، "کرامات امیرِ ملت" ص ۸، "ارکانِ خمسہ" ص ۱۴، "برکاتِ علی پور" ص ۵، "تذکرہ محدث سورتی" ص ۵۵

عرس ہوتا ہے اور اکناف و اطراف سے عقیدت مند حاضر ہو کر فیوض و برکات کے خزانے پاتے ہیں اور اپنے دامن گوہر مراد سے بھر کر شاداں و فرحاں واپس جاتے ہیں۔[۱]

آپ کی وفات پر بہت سے حضرات نے قطعاتِ تاریخ لکھے، چند ایک درج ذیل ہیں۔

(۱)

سیّد نجم الدین احمد نجمؔ ساکن قصبہ سندیلہ ضلع ہردوئی، (انڈیا)

رفت از دُنیا سوئے دار البقا ‌ ‌ ‌ ای دریغا سرِ گروہِ عارفاں
رفت خورشیدِ ولایت زیرِ خاک ‌ ‌ ‌ از نظر پنہاں شدہ قُطبِ جہاں
فضلِ رحمٰن اسمِ پاکش ذاتِ اُو ‌ ‌ ‌ فخرِ عالم مرجعِ ہر این و آں
عالم و عارف محدّث ہم فقیہہ ‌ ‌ ‌ بایزیدِ عصر و شبلیِ زماں
از غمش نمناک شُد چشمِ نجوم ‌ ‌ ‌ نیلگوں پوشید چادر آسماں
چوں بخُلدِ پاک آں عارف رسید ‌ ‌ ‌ یافت از خالق لقب جنّت مکاں
بر مزارِ پاک نجمؔ کن رقم ‌ ‌ ‌ "خوابگاہِ مُرشدِ اہلِ زماں"

— ۱۳۱۳ھ —

(۲)

(مولوی احمد حسن مدرس مدرسہ صفی پور و رئیس قصبہ مہونہ)

کیا قیامت ہے کہ ناگہ خلق سے ‌ ‌ ‌ مقتدائے دین و ایمان چل بسے
کھُل گئے تھے جن پہ رازِ نُہ طبق ‌ ‌ ‌ وہ شہِ اقلیمِ عرفان چل بسے

---

[۱] "تذکرہ اولیائے ہند و پاکستان" ص ۱۸۶، "تذکرہ علمائے اہلسنت" ص ۲۰۸، ماہنامہ "گنج بخش" لاہور ستمبر ۱۹۵۶ء ص ۶، "مصباح العاشقین" ص ۱۸، "نزہتہ الخواطر" جلد ہشتم ص ۳۶۴ - ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ" لاہور مئی ۱۹۸۷ء ص ۲۳۳ -

ہجرِ مولانا میں کہتا تھا ہر ایک — بندۂ مقبولِ یزداں چل بسے
مجھ سے وقتِ فکرِ تاریخِ وصال — بولا ہاتف "فضلِ رحمٰن چل بسے"

۱۳۱۳ھ

(۳)

(مولوی احتشام الدین فریاد مالک مطبع احتشامیہ مراد آباد)

فضلِ رحمٰن مرشد اہلِ کمال — ہادیٔ حق، قدوۂ اربابِ علم
مستنیر از نورِ او قلبِ شیوخ — مستفیض از فیضِ او اصحابِ علم
عرض کن فریاد تاریخِ وصال — "صاحبِ کشف و کرامت بابِ علم"

۱۳۱۳ھ

(۴)

(محمد نور الحسن ہاشمی صفی پوری)

مَاتَ قُطْبُ الْهِنْدِ نَوَّرَ اللّٰهُ مَرْقَدَهٗ

۱۳۱۳ھ

وَلِيُّ الزَّمَانِ جَدُّنَا فَضْلُ رَحْمٰنٍ — لَقَدْ كَانَ ذَا الْفَضْلِ فَيْضًا عَمِيْمًا
سُئِلْنَا عَنِ الْعَامِ فِيْهِ وِصَالُهٗ — "فَقَالُوْا وَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا"[۱]

۱۳۱۳ھ

---

[۱] "تواریخ نامہ" (۱۳۱۳ھ) مطبوعہ اصح المطابع محمود نگر لکھنؤ ۱۳۱۳ھ
"مصباح العاشقین" ص ۱۹

Marfat.com

مولانا فیض الحسن سہارنپوری

آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۳۲ھ/۱۸۱۶ء میں محلہ شاہ ولایت سہارنپور (یو پی، بھارت) میں ایک زمیندار گھرانے میں ہوئی۔ والد گرامی کا اسم مبارک خلیفہ علی بخش بن خدا بخش بن قلندر بخش اور والدہ محترمہ کا اسم گرامی فیض النسا تھا۔ علم دوست ہونے کی وجہ سے اس خاندان کے افراد کو لوگ "خلیفہ" کہتے تھے۔ آپ نے اپنی بعض کتابوں میں اپنے نام کے ساتھ "قرشی، حنفی، چشتی کا اضافہ بھی کیا ہے۔

آپ کے والد گرامی خلیفہ علی بخش فہم و ذکا کی دولت سے مالا مال تھے۔ حافظہ بلا کا پایا تھا۔ زود نویسی میں حیرت انگیز مشق تھی۔ حافظِ قرآن بھی تھے۔ عربی، فارسی کے زبردست فاضل تھے۔ بخاری شریف کو ایک ماہ میں لکھ لیا کرتے تھے۔ کہا کرتے تھے کہ تین سطریں پڑھ لیتا ہوں اور لکھ لیتا ہوں۔ پھر جو لفظ قلم سے نکلتا ہے مجھے یقین ہوتا ہے کہ اس سے اگلا لفظ یہ ہوگا۔ یہ بات اُن کی عربی دانی پر قوی دلیل ہے[1]

مولانا فیض الحسن کا لڑکپن کھیل کود اور پتنگ بازی میں گزرا۔ آغازِ شباب میں پہلوانی کا شوق ہوگیا اور شہر کے ایک پہلوان استاد معز الدین کے اکھاڑے میں جا کر ورزش

---

[1] "تذکرہ علمائے اہلسنت و جماعت لاہور" ص ۶۸-۱۶۷۔ مفتی صدر الدین آزردہ از عبدالرحمٰن پرواز اصلاحی مطبوعہ دہلی ۱۹۷۷ء ص ۱۰۷

Marfat.com

کرنے لگے۔ تیرہ چودہ برس کی عمر تک اس مشغلہ کے سوا کوئی دوسرا ہنر نہ سیکھا مگر قدرت کو اُن سے کچھ اور ہی کام لینا منظور تھا، چنانچہ اس کے اسباب پیدا ہو گئے اور طبیعت پہلوانی سے خود بخود اُکتا گئی۔ اس دوران میں آپ کے والد آپ کو چالیس جمعرات حضرت قطب تبریزؒ کے مزار پہ لے جا کر حصولِ علم کے لیے دُعا بھی کرتے رہے۔

جب غفلت کے پردے آنکھوں سے ہٹ گئے تو آپ تحصیلِ علم کی طرف متوجہ ہوئے۔ دماغ تروتازہ اور ذہن رسا تھا۔ باپ نے آپ کا شوق دیکھ کر فارسی گویا گھول کر پلادی اور عربی کی مروجہ ابتدائی کتابیں بھی گھر ہی میں پڑھادیں۔ اس کے بعد یہ حالت ہوئی کہ علم کی پیاس کسی طرح بجھتی ہی نہ تھی۔ چنانچہ آپ کے اس ذوق نے آپ کو دوسرے خرمنوں کی خوشہ چینی پر آمادہ کیا اور فیض الحسن منطقی کے نام سے مشہور ہو گئے۔

اسی زمانے میں محلہ شاہ ولایت کے ایک معزز گھرانے میں آپ کی شادی ہوئی مگر عروسِ ادب کا خیال بہر عنوان غالب رہا۔ گھر بار چھوڑ کر دہلی گئے۔ کچھ مفتی صدرالدین آزردہؒ صدرالصدور دہلی (ف ۱۸۶۸ء) سے اکتساب کیا۔ علم حدیث شاہ احمد سعید مجددی دہلوی (ف ۱۲۷۷ھ) سے پڑھا۔ آخوان صاحب ولایتیؒ (آخوند شیر محمد) سے حدیث کی سندِ فراغ حاصل کی اور آخر میں امام معقولات مجاہد کبیر مولانا فضل حق خیر آبادیؒ (ف ۱۸۶۱ء) سے معقولات اور ادب کی کتابیں پڑھیں اور فلسفہ کی تکمیل کی۔ اب آپ فیض الحسن ادیب کے نام سے مشہور ہوئے۔ متذکرہ الصدر چاروں اساتذہ اپنے وقت کے جلیل القدر عالم تھے جن کے درس کا شہرہ دُور تک پھیلا ہوا تھا۔ مشقِ سخن مولانا امام بخش صہبائیؒ (ف ۱۸۵۷ء) سے کی۔ نواب مصطفٰے خاں شیفتہ (ف ۱۸۶۹ء) حکیم مومن خان مومن (ف ۱۸۵۱ء) استاد ابراہیم ذوق (ف ۱۸۵۴ء) اور مرزا غالب (ف ۱۸۶۹ء) سے صحبت رہی۔

Marfat.com

طب شاہی طبیب حکیم امام الدینؒ سے سیکھی ۳؎

مولانا فضل حق خیرآبادیؒ سے آپ کو جو عقیدت و محبت تھی، وہ آپ کی کتاب مستطاب "مثنویٔ روضۂ فیض" کی ایک طویل نظم سے ظاہر ہے۔ چند منتخبہ اشعار درج ذیل ہیں ؎

فضل حق اسم و مسمّی رحمت — سربسر علم و سراپا حکمت
صورتش آئینۂ معنیٔ علم — سیرتش جامِ مئے صافی حلم
علم نامش نبرد بے تعظیم — عقل یادش نکند بے تکریم
علمِ اُو نا متناہی باشد — چہ طبیعی چہ الٰہی باشد
نرسد کس بہمہ دانی اُو — عقل اوّل نہ بود ثانی او
نامیِ علم در اقلیمِ ازل — سابق از فطرتِ عقلِ اوّل
جودتِ طبع طرب ناکش بیں — حدّتِ شعلۂ ادراکش بیں
زادۂ مادرِ طبع نقّاد — دستِ پروردۂ ذہن وقّاد
آگہی بُردہ بنُورِ اشراق — برلم انفس و کُنہِ آفاق
از ازل تا بابد بشمردہ — پے بکمیّتِ عالم بُردہ
گر شود طرفِ حکیماں یک چند — صورت و مادّہ گُسلد پیوند
ور بگیرد طرفِ قولِ حکیم — جوہر فرد پذیرد تقسیم
ہر کجا ہمتِ خود بگمارد — نظری حکم بدیہی دارد
خصم در پہلوئے اُو بنشیند — درعرق تا بگلو بنشیند
ہند بیتے در گردش علم و ادب — ادب آموز ادیبانِ عرب

۳؎ "تذکرہ علمائے اہلسنت وجماعت لاہور" ص ۶۹ تا ۱۷۱۔ "سعید البیان فی مولد سید الانس والجان" ص ۱۱
"نزہتہ الخواطر" جلد ہشتم ص ۳۶۶۔ "حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور اُن کے خلفا" ص ۲۷۴

Marfat.com

قدر ارباب ادب بشکستہ | رونقِ بازارِ عرب بشکستہ
شعرا در روشش شواحطل | چہ قصیدہ چہ رباعی چہ غزل
مستفید از سخنش کعب وجریر | تابنثرش نرسد نثرِ حریر
ہم بلاغت بفصاحت دم ساز | ہم حلاوت بملاحت ہم راز
نیست با ایں نمک نطق فصیح | آشنائے نمک حشو ملیح
کشتۂ سحر حلالش اعجاز | می کند نظم بنظمش صد ناز
ہر کجا دفترِ تفصیل کشاد | نقطہ از خویش بر آورد العباد
چہ بلا در سخنِ مجمل کرد | کوہ را خورد تر از خردل کرد
ہر کجا گرمِ سخن در گزرد | موج آبِ گہر از سر گزرد
گر با یجاز زباں بکشاید | ہرچہ ممکن بنود بنماید
در با طنابِ سخن بر خیزد | قطرہ سرمایۂ دریا ریزد
زلفِ تقریرش اگر بکشایند | بگز عمرِ خضر پیمایند
عالم از رشحۂ فیضش سیراب | رحمتش دادہ نصیبے بہ سحاب
رحمتش نیم کرشمہ فرمود | بر دلم علم درِ فیض کشود
بود آرام گہم مرکز خاک | او رسانَدم بمحیط افلاک
من بہ شاگردیٔ اومی نازم | فخر در کون ومکاں می سازم [۱]

دہلی سے نکل کر مولانا فیض الحسن، رامپور اور لکھنؤ گئے اور وہاں کے اساتذہ کی صحبت میں کچھ وقت گزار کر فقہ، اصول، معانی اور منطق کی تعلیم حاصل کی مگر تسلی و تشفی نہ ہوئی۔ واپس دہلی آکر باقی کسر پوری کی اور وہیں درس وتدریس کا سلسلہ بھی شروع کر دیا۔ آٹھ

---

[۱] مثنویٔ "روضۂ فیض" از مولانا فیض الحسن سہارنپوری مطبوعہ مطبع مرتضوی دہلی ۱۸۶۶ھ

نو برس کی لگاتار محنت کے بعد آپ کی شہرت یہاں تک پہنچی تھی کہ ۱۸۶۴ء میں جب سر سید احمد خاں (ف ۱۸۹۸ء) صدر امین کی حیثیت سے فتح پور سیکری سے بدل کر دہلی آئے تو انہوں نے مقاماتِ حریری کے چند مقالے اور سبعہ معلقہ کے چند قصیدے آپ سے پڑھے، اُس وقت آپ کی عمر تیس برس کی تھی۔

اس طرح مختلف چشمہ ہائے فیض سے شاد کام ہونے کے بعد مولانا فیض الحسن نے جملہ علوم ادب فقہ، اصول فقہ، حدیث اور طب میں مہارتِ تامہ حاصل کر لی اور عربی ادب میں خاص طور سے امتیاز و اختصاص حاصل کیا۔ مولانا سے پیشتر نکتہ آفرینی کو اہمیت دی جاتی اور "متاخرین شعرائے عرب" کو جن کا سرخیل متنبّی ہے "شعرائے جاہلیت" پر ترجیح دی جاتی تھی مگر مولانا فیض الحسن نے "متاخرین" سے توجہ ہٹا کر طلبہ کو "متقدمین شعرائے ادب" کی طرف مائل کیا جن کی سادہ اور بے تکلف شاعری تاثیر میں ڈوبی ہوئی ہے۔ حماسہ کا درس پہلے پہل آپ ہی نے شروع کیا اور حماسہ کی شرح، شرح فیضی کے نام سے ۱۲۹۴ھ میں لکھی۔ [۵]

۱۸۵۷ء کے پر آشوب زمانے میں آپ دہلی سے بچتے بچاتے سہارنپور پہنچے اور اپنی کتابوں کا ذخیرہ اپنے استاد مفتی صدر الدین آزردہ (ف ۱۸۶۸ء) کے سپرد کر آئے جو اُن کے قیمتی کتب خانے کے ساتھ ضبط بحق سرکار ہو گیا۔ سہارنپور میں کچھ عرصہ طب کے ذریعہ بسرِ اوقات کی مگر آپ کی شایان شان قدر نہ ہوئی اور آپ دل برداشتہ ہو گئے چند روز علی گڑھ میں عربی کی بعض کتابوں کا اُردو میں ترجمہ کرنے پہ مامور ہوئے مگر اُن کا مُرغِ ہمت کسی بلند آشیانے کا طالب تھا۔ آخر ۱۷ اکتوبر ۱۸۷۰ء کو اورینٹل کالج لاہور میں عربی کے پروفیسر مقرر ہو گئے۔

---

[۵] "تذکرہ علمائے اہلسنت و جماعت لاہور" ص ۱۷۱، ۱۷۲؛ "حیاتِ شبلی" از سید سلمان ندوی حاشیہ ص ۸۔

Marfat.com

جب اورئینٹل کالج لاہور سے عربی زبان کے رسالہ "شفاء الصدور" کا اجرا ہوا تو اس کی ادارت کے فرائض بھی مولانا فیض الحسن ہی کے سپرد ہوئے "رسالہ شفاء الصدور" کے ذریعے مولانا نے کالج کے ماحول کو علمی رنگ میں رنگ دیا، اپنے شاگردوں میں عربی تحریر و انشاء کا ذوق پیدا کردیا اور آپ سے فیض حاصل کرنے والے آسمانِ علم و فضل پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔

لاہور میں مولانا فیض الحسن پندرہ سو برس تک علوم شرقیہ کے پروفیسر رہے اور صدہا شاگردوں نے آپ سے فیض پایا۔ مولانا تعطیلات میں بھی درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھتے تھے۔ سہارنپور میں اکثر تفسیر کا درس دیا کرتے۔ یہ درس شہر کی جامع مسجد کی جنوبی سہ دری میں ہوتا تھا۔ اب یہ پرانی جامع مسجد کہلاتی ہے۔ مولانا مفتی محمد عبداللہ ٹونکی (ف ۱۹۲۰ء) مولانا عبدالعلی میرٹھی مدرس مدرسہ حسین بخش دہلی (ف ۱۹۲۸ء) اور مولوی محمد اسمٰعیل میرٹھی (ف ۱۹۱۷ء) شریکِ درس ہوا کرتے تھے۔

قیام لاہور کے زمانے میں مولانا فیض الحسن، مطب بھی کیا کرتے تھے۔ اتفاقاً ایک سال سخت ہیضہ پھیلا۔ مولانا نے ایک دوا ایجاد کی جو اس مرض کے لیے تیر بہدف ثابت ہوئی۔ مولانا کھٹے کی گولیاں رات کو پانی میں بھگو کر رکھتے تھے اور صبح وہ پانی مریضوں کو پلا دیتے تھے۔ اس دوا سے سینکڑوں آدمیوں کی جانیں بچ گئیں۔ اور اس طرح اس فن میں بھی آپ کی شہرت ہوگئی۔ طب اور دوسرے علوم میں تبحّر کی وجہ سے آپ کا تعلق بعض اسلامی ریاستوں سے بھی تھا۔ چنانچہ رامپور، بھوپال اور بہاولپور کے رؤسا بھی کبھی مالی امداد بھی کیا کرتے تھے۔ [۶]

---

[۶] "تذکرہ علمائے اہلسنت وجماعت لاہور" ص ۱۷۲ تا ۱۸۰۔ "حیاتِ اقبال کی گمشدہ کڑیاں"

Marfat.com

حضرت امیر ملت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہٗ نے آپ کے قیامِ سہارنپور کے دوران آپ سے فیوض و برکات حاصل کئے۔ مولانا آپ پر خصوصی شفقت فرماتے تھے اور حضرت امیر ملتؒ بھی دیگر اساتذہ کی نسبت آپ سے زیادہ متاثر ہوئے اور تا زیست آپ پر مولانا کا علمی رنگ غالب رہا۔ اپنے مواعظ و ارشادات میں مولانا کا ذکرِ خیر بڑے ادب و احترام سے کیا کرتے تھے [۷]

مولانا کا رنگ سانولا، قد میانہ، جسم بھاری، چہرہ بڑا اور رُعب دار، داڑھی گھنی اور سیدھی تھی۔ مولانا بہت سادگی پسند تھے۔ لباس نہایت معمولی پہنتے۔ اپنی لیاقت اور واقفیتِ علوم کسی پر نہ جتاتے۔ ابتدائے ہوش سے نماز روزہ کے پابند تھے۔ کھانوں میں کھچڑی اور پھلوں میں آم اور خربوزے بہت مرغوب تھے۔ بیحد وضع دار اور ملنسار تھے۔ جب کبھی پردیس سے وطن واپس ہوتے تو تمام اقربا سے ملنے جاتے۔ ایک ایک کا حال پُوچھتے اور مزاج پُرسی کرتے [۸]

مولانا نے شیخ العرب والعجم حضرت حاجی محمد امداد اللہ مہاجر مکیؒ (ف ۱۸۹۹ء) کے دستِ حق پرست پر بیعت کی تھی۔ آپ نے بیعت ہوتے وقت حضرت حاجی صاحبؒ سے یہ کہا تھا کہ دو شرط کے ساتھ بیعت کرتا ہوں۔ ایک تو یہ کہ کبھی نذرانہ نہ دُوں گا، دُوسرے یہ کہ کبھی خط نہ لکھوں گا۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اس سے بھی زیادہ شرائط منظور ہیں۔ مولانا کو حاجی صاحبؒ کے ساتھ اس قدر محبت تھی کہ اُن کا نام سُنتے ہی رونے لگتے تھے۔ حضرت حاجی صاحبؒ کی تعریف میں اُن کے بڑے جلے بُھنے دوہرے ہیں۔

بیعت ہونے کے بعد مولانا بالالتزام دلائل الخیرات وغیرہ پڑھنے لگے۔ پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھتے تھے۔ لاہور میں جب تک رہے ہر جمعہ کو بلا ناغہ حضرت داتا گنج بخشؒ

---

[۷] "سیرتِ امیر ملت" ص ۵۹ - "برکاتِ علی پور" ص ۵

Marfat.com

(ف ۱۲۶۵ھ) کی درگاہ میں بیٹھ کر دس ہزار بار درود شریف کا ورد کرتے۔ تہجد گزار تھے۔ ہر ہفتے یا ہر مہینے صلوٰۃ التسبیح پڑھتے تھے ۹؎

مولانا، عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں کے باکمال ادیب اور قادر الکلام شاعر تھے سخن فہمی اور نکتہ سنجی میں اُن کا کوئی نظیر نہ تھا۔ اُن کے دمِ قدم سے پنجاب میں اُردو کا باغ لہلہانے لگا۔ اُن کی موجودگی سے انجمن پنجاب کے مشاعروں میں بڑی رونق رہتی تھی۔ بہت سی تصانیف ان کے علم و فضل کی یادگار ہیں۔ مندرجہ ذیل کتابیں خاص طور سے مشہور ہیں

نمبر شمار	نام کتاب	سال تصنیف یا سالِ طبع	صفحات
۱	حلِ ابیاتِ بیضاوی (عربی) مطبوعہ	۱۲۷۱ھ / ۱۸۵۴ء	۱۲۰
۲	تعلیقات الجلالین (عربی) مطبوعہ	۱۲۸۷ھ / ۱۸۷۰ء	۳۰۷
۳	فیضی، شرح حماسہ (عربی) مطبوعہ	۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء	۸۰۰
۴	تحفہ صدیقیہ (عربی) مطبوعہ	۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء	۶۴
۵	حاشیہ دیوانِ حسان بن ثابت (عربی) مطبوعہ	۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۸ء	۱۲۰
۶	ریاض الفیض، شرح السبع المعلقات	۱۲۹۹ھ / ۱۸۸۱ء	۴۷۱
	(عربی، فارسی، اردو) مطبوعہ	-	-
۷	حاشیہ دیوان النابغۃ الذبیانی (عربی)	دستیاب نہیں ہوا۔	-
۸	فیض القاموس (عربی) مطبوعہ	۱۲۹۹ھ / ۱۸۸۱ء	-
۹	عروض المفتاح (عربی) مطبوعہ	۱۳۰۲ھ / ۱۸۸۴ء	۶۴
۱۰	دیوان الفیض (عربی) مطبوعہ	۱۳۳۴ھ / ۱۹۱۵ء	۸۲

۹؎ "تذکرہ علمائے اہلسنت و جماعت لاہور" ص ۱۸۷-۱۸۶ - "حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور ان کے خلفاء" ص ۱۴۱، ۲۷۱۔

Marfat.com

نمبر شمار	نام کتاب	سال تصنیف یا سال طبع	صفحات
۱۱	شرح تاریخ تیموری (عربی) غیر مطبوعہ	مولانا کے پوتے مولوی نصر العزیز قریشی کے پاس سہارنپور میں موجود ہیں نیز ضوء المشکوٰۃ کا ایک مخطوطہ کتب خانہ سعیدیہ ٹونک (انڈیا) میں بھی موجود ہے۔	
۱۲	ضوء المشکوٰۃ (شرح مشکوٰۃ المصابیح) (عربی) غیر مطبوعہ تالیف ۱۲۷۳ھ		
۱۳	خلاصہ کتاب ایلاقی (عربی) غیر مطبوعہ	۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۷ء	-
۱۴	قرابادین فیضی (فارسی) غیر مطبوعہ	۱۲۷۸ھ / ۱۸۶۱ء	-
۱۵	نسیم فیض (دیوان فارسی) مطبوعہ	۱۳۲۱ھ / ۱۹۰۳ء	۲۴
۱۶	مثنوی روضۂ فیض (فارسی) مطبوعہ		۴۸
۱۷	مثنوی چشمۂ فیض (فارسی) مطبوعہ	۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء حضرت حکیم محمود احمد برکاتی کی تحقیق کے مطابق مثنوی روضۂ فیض ۱۸۶۶ء میں دہلی میں چھپی۔	-
-	-		-
۱۸	مثنوی صبح عید (اردو) مطبوعہ	۱۲۹۹ھ / ۱۸۸۲ء	۶۴
۱۹	فیضیہ (اردو) مطبوعہ	۱۳۰۰ھ / ۱۸۸۲ء	۴۲
۲۰	گلزار فیض (دیوان اردو) غیر مطبوعہ	-	-
۲۱	شواہد التفسیر	-	-
۲۲	شواہد خمسہ	-	-
۲۳	تذکرہ صحابہؓ	-	-

۱۳۰۲ھ میں بعض علمائے دیوبند و گنگوہ و سہارنپور وغیرہ کی طرف سے یکے بعد دیگرے دو فتوے میلاد و فاتحہ وغیرہ کے رد میں شائع ہوئے تو مولانا عبد السمیع بیدلؔ رامپوری (ف

۱۹۰۱ء) نے اِن فتووں کے رد میں ایک مفصل کتاب "انوارِ ساطعہ در بیانِ مولود و فاتحہ" مدلل لکھی اس کتاب پر اُس دور کے مشہور و مقتدر علمائے کرام کے ساتھ مولانا فیض الحسنؒ کی تقریظ بھی شامل ہے۔ [۱۱]

مولانا فیض الحسنؒ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں سرشار تھے۔ ان کے نعتیہ قصائد ہمارے اس دعویٰ کی دلیل ہیں۔ ذیل میں ایک نعتیہ قصیدہ کے چند اشعار پیش کیے جا رہے ہیں۔ جنہیں پڑھ کر دل عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار ہو جاتا ہے اور آنکھیں اشکوں کا ہار پرونے لگتی ہیں ؎

ترا رتبہ ہے یا احمدؐ مقام اللہ اکبر کا — ترا رتبہ شناسی رتبہ ہے بیچوں داور کا

تیرے قصرِ بریں کے بام و در پر فرطِ رفعت سے — نہیں جز سایۂ روح الامین سایہ کبوتر کا

وہ طوبیٰ جس کا چرچا ہے ستوں ہے تیری مسجد کا — وہ جنت جس کی شہرت ہے وہ نقشہ ہے تیرے گھر کا

ٹھکانا ہے ٹھکانوں کا سہارا بے سہاروں کا — تو ہے تکیہ غریبوں کا بھروسہ ہے تیرے در کا

کوئی صورت نہیں اپنی مگر ہاں اک بھروسہ ہے — علیؓ کا فاطمہؓ کا آپؐ کا شبیرؓ و شبرؓ کا

کسی کو گر کسی کا آسرا ہو، ہو، مبارک ہو — مجھے جو کچھ ہے وہ ہے آسرا اک آلِ حیدرؓ کا

تمنا ہے کہ اک اک بال کی سو سو بلائیں لوں — جو نقشہ ہاتھ آ جائے تری زلفِ معنبر کا

تمنا ہے کہ جا لوٹوں ترے صحرا کے کانٹوں پر — رگِ مجنوں کو پھر سودا ہوا ہے نوکِ نشتر کا

ہمیں رونے سے کیا نسبت مگر جب تیرا نام آئے — تو کچھ نقشہ بدل جاتا ہے اپنے دیدۂ تر کا

بُرا ہوں یا بھلا ہوں خیر جیسا ہوں تمہارا ہوں — طریقہ ہے کریموں کا نباہنا اپنے چاکر کا

یہ جوشِ بیقراری ہے کہ مرغِ نیم بسمل بھی
یہ کہتا ہے چلو دیکھیں تماشا فیضِ مضطر کا

---

۱۱ "غالب اور عصرِ غالب" از ڈاکٹر محمد ایوب قادری، کراچی ۱۹۸۲ء ص ۱۷۵

Marfat.com

اس نعت کے تاثر کے بارے میں مولوی نور احمد صاحبؒ "تذکرہ توکلیہ" میں لکھتے ہیں کہ :-

"ایک رات میں نمازِ عشاء پڑھ کر مولانا فیض الحسن مرحوم کی یہ نعتیہ غزل پڑھ رہا تھا۔ پڑھتے پڑھتے رقّت طاری ہوئی اور اسی حالت میں عالمِ غنودگی میں چلا گیا۔ دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نورانی شکل میں میرے سامنے کھڑے ہیں۔" [۱۲]

مولانا غزل کا بھی ذوق رکھتے تھے۔ چند منتخبہ اشعار درج ذیل ہیں ؎

پہلے ہی اپنی کون سی تھی قدر و منزلت ... پر شب کی منتوں نے کھو دی رہی سہی
قسمت کی بات ہے کوئی قسمت کو کیا کرے ... پھولوں کی مار مار پہ دامن رہا تہی

.....

جھڑکی دمِ صبح ہے تو گالی سرِ شام ... اور بیچ کا فقرہ تیری الیتی تلیتی

رونے میں نہ تھا جو تیری آنکھوں کا تصوّر ... آئے گلِ نرگس مرے دامن میں کہاں سے
کس نے لیا اس چاند سے رخسار کا بوسہ ... یہ داغ لگا یارُخِ روشن میں کہاں سے

اُڑتی تھی ابھی خاک گلستاں میں خدایا
اک بار یہ پھول آ گئے گلشن میں کہاں سے [۱۳]

۱۲ جمادی الاوّل ۱۳۰۴ھ / ۶ فروری ۱۸۸۷ء کو اکہتر برس کی عمر میں لاہور میں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کی وصیّت کے مطابق لاشِ مبارک تابوت میں رکھ کر ریل کے

---

[۱۲] ماہنامہ "نقوش" لاہور بابت اگست ۱۹۶۱ء ص ۳۸، ۳۹

[۱۳] ماہنامہ "نقوش" لاہور اگست ۱۹۶۱ء ص ۳۷

Marfat.com

ذریعے سہارنپور پہنچائی گئی۔ کئی اسٹیشنوں پر نمازِ جنازہ ہوئی۔ سہارن پور میں آباؤ اجداد کے قبرستان درہ آلی میں اُنھیں سپردِ خاک کیا گیا۔ [۱۴]

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تُو نے وہ گنجہائے گرانمایہ کیا کیے

جس مکان میں آپ نے انتقال کیا وہاں ایک مہینے تک خوشبو عطر کی آتی رہی۔ محمد قاسم نانوتوی دیوبندی نے یہ سُن کر کہا کہ "یہ برکت درود شریف کی ہے۔ مولوی صاحب کا معمول تھا کہ ہر شب جمعہ کو بیدار رہ کر درود شریف کا شغل فرماتے" [۱۵]

---

[۱۴] "تذکرہ علمائے ہند" ص ۵۸۶۔ "تذکرہ علمائے اہلسنت وجماعت لاہور" ص ۱۹۰۔ مولانا محمد احسن نانوتوی" ص ۱۲۱۔ [۱۵] "تبلیغی نصاب" از مولانا محمد ذکریا دیوبندی مطبوعہ عتیق اکیڈمی ملتان ص ۷۷۳

مولانا شاہ عبدالحق الٰہ آبادی مہاجر مکیؒ

شیخ الدلائل حضرت مولانا شاہ عبدالحق بن یار محمد صدیقی الحنفی، الٰہ آباد (انڈیا) کے مضافاتی گاؤں نیوان میں پیدا ہوئے۔ سلسلۂ نسب خلیفۂ اول افضل البشر بعد از انبیا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔ آپ نے بچپن ہی سے علم حاصل کیا۔ مولانا تراب علی لکھنویؒ (ف ۱۲۸۱ھ) سے درسیات پڑھیں اور حضرت مولانا عبداللہ گورکھپوریؒ (ف)
سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ پھر دہلی جا کر نواب قطب الدین دہلویؒ (ف ۱۲۸۹ھ) اور دوسرے علما کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔

سنہ ۱۲۸۳ھ میں مکہ مکرمہ کا سفر کیا اور شاہ عبدالغنیؒ (ف ۱۲۹۶ھ) بن شاہ ابوسعید فاروقی دہلویؒ (ف ۱۲۵۰ھ) سے فیض حاصل کیا۔ اور روایتِ حدیث اور طریقت میں اجازت حاصل کی۔ پچاس برس تک مکہ مکرمہ میں مسندِ تدریس پر فائز رہ کر علم و فضل کے دریا بہائے اور اکنافِ عالم کے تشنگانِ علم آپ سے سیراب ہوئے۔ اپنی گوناگوں علمی خدمات کی بنا پر "شیخ الدلائل" کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ کے شاگردوں میں حضرت شاہ ابوالخیر عبداللہ دہلویؒ (ف ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۳ء) مولانا عبدالاول جونپوریؒ (ف ۱۳۳۹ھ) اور سنوسیِ ہند امیرِ ملت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری (ف ۱۹۵۱ء) بہت مشہور ہوئے۔

Marfat.com

آپ بہت بڑے ولی اللہ، عالم با عمل، متقی، شب زندہ دار اور عبادت گزار تھے۔ اہلِ مکّہ آپ کو "قطبِ مکّہ مکرّمہ" کہا کرتے تھے۔ فاضل بریلوی اعلیٰحضرت مولانا شاہ احمد رضا خاںؒ (ف ۱۹۲۱ء) دوسرے حج کے موقع پر کئی بار آپ کی قیام گاہ پر حاضر اور مستفیض ہوئے۔ [۲]

حضرت امیرِ ملت محدث علی پوری قدس سرہٗ نے مکّہ شریف میں آپ کو احادیث سنائیں اور روایتِ حدیث کی سند حاصل کی اور آپ نے پانی دم کر کے پلایا، کھجور دم کر کے کھلائی اور "حدیثِ اَسْوَدَیْن" کی احادیث عطا کی۔ [۳]

اجازتِ حدیثِ اسودین" کے بارے میں حضرت امیرِ ملتؒ فرماتے ہیں کہ:

مکّہ شریف میں میرے اُستاد حضرت مولانا مولوی الحاج عبدالحق صاحب محدثؒ نے مجھے ایک حدیث شریف کی اجازت دی۔ اس کو "حدیثِ اَسْوَدَیْن" کہتے ہیں یعنی حدیثِ مصافحہ۔

مَنْ صَافَحَنِیْ اَوْ صَافَحَہٗ مَنْ صَافَحَنِیْ اِلیٰ یَوْمَ القِیَامَۃِ دَخَلَ الجَنَّۃَ۔

جس نے میرے ساتھ مصافحہ کیا یا اُس شخص کے ساتھ کیا جس نے میرے ساتھ مصافحہ کیا تھا۔ قیامت میں وہ جنّت میں داخل ہوگا۔ [۴]

---

[۱] "تذکرہ علمائے اہلسنت" ص ۱۷۸، "نزہۃ الخواطر" جلد ہشتم ص ۲۲۰"، سیرتِ امیرِ ملت" ص ۶۱، "پرانے چراغ" از ابوالحسن علی ندوی کراچی ۱۳۹۵ھ ص ۲۴۵"، انوارِ قطبِ مدینہ" ص ۵۰ [۲] ایضاً

[۳] "سیرتِ امیرِ ملت" ص ۶۱۔

[۴] ملفوظاتِ امیرِ ملت" مطبوعہ قصور ۱۹۶۵ء ص ۸۰ "سیرتِ انور" مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء ص ۵۵

ایک اور مقام پر حضرت امیرِ ملّتؒ نے اس اجازتِ حدیث کا واقعہ تفصیل سے بیان کیا ہے اور یہ واقعہ ۱۳۱۰ھ کا ہے جب کہ حضرتؒ حج بیت اللہ کی سعادت اور روضۂ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ حضرت ارشاد فرماتے ہیں۔

"اسی زمانہ میں حضرت مولانا اُستاذ مولوی عبدالحق محدث الہ آبادی مہاجر مکیؒ کی بھی زیارت فقیر کو نصیب ہوئی۔ اُن کا زُہد و تقویٰ اور خدمتِ اسلام دیکھ کر تمام اہلِ عرب اُن کو قُطب تصوّر کرتے ہیں۔ یہ بھی فقیر کے حال پر بڑی عنایت فرماتے رہے یہاں تک کہ دلائل الخیرات شریف حرف بحرف سُن کر اُس کے پڑھنے کی اور قرآن و حدیث شریف کی اجازت عطا فرمائی۔ چنانچہ آپ کے قلم کا اجازت نامہ اب تک فقیر کے پاس موجود ہے۔ نیز پہلی مجلس میں حدیث مصافحہ کی اجازت عطا فرمائی اور پانی منگوا کر تبرک کر کے پلایا اور کھجوریں دَم کر کے کھلائیں" ۵؎

دربارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی وابستگی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت امیرِ ملّتؒ فرماتے ہیں کہ:۔

"میرے اُستاد حضرت مولانا مولوی عبدالحق صاحب (جو محدّث مفسّر کے علاوہ قطبِ زمانہ ہیں) نے فرمایا کہ مَیں مدینہ منورہ میں حاضر تھا۔ ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد میرے دل میں خیال آیا کہ مَیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان ہوں حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے میری دعوت نہیں کی۔ یہ خیال اُس وقت آیا جب کہ میں مواجہہ شریف کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ اِدھر دل میں خیال آیا اُدھر پانچ منٹ نہ گزرے کہ ایک بدّو آیا اور کہا کہ مولوی صاحب! رات

۵؎ "ملفوظاتِ امیرِ ملّت" ص ۲۵

Marfat.com

کو آپ کی دعوت ہے۔ میں نے کہا کہ میں کسی کی دعوت نہیں کھایا کرتا۔ اُس بدو نے کہا۔ میں اپنی طرف سے نہیں کرتا، حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کرتے ہیں۔

رمضان شریف کا مہینہ تھا، وہ بدو مغرب کی نماز "مسجدِ نبویؐ" میں پڑھ کر مجھے ہمراہ لیکر مدینہ منورہ سے بارہ میل دُور بطرف شمال، پہاڑ پر لے گیا۔ اُس وقت میری اسّی برس کی عمر تھی۔ بدو نے اپنی عورت سے پُوچھا کہ کیا کھانا تیار ہے؟ اُس نے کہا، نہیں۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ روزہ رکھا ہے اتنی دُور سے آتے ہیں، صرف افطار کیا تھا، یہاں پہنچے تو کھانا ندارد معلوم نہیں کہ کیا حال ہوگا؟ اتنے میں بدو باہر آگیا اور ایک پیالہ شہد کا کہ اس میں دودھ، گھی، شکر اور کوئی اور نعمت بھی تھی۔ مجھے دیا۔ جو لذت اُس سے مجھے ملی، ساری عمر اُس سے پہلے یا بعد میں نصیب نہ ہوئی۔" [۶]

علما کہتے ہیں کہ مولوی وہ ہوتا ہے جو بتا کر سمجھائے اور صُوفی وہ ہوتا ہے جو دکھا کر مسئلہ حل کر دے۔ آپ کا تعلق ثانی الذکر گروہ سے تھا، جیسا کہ ذیل کے واقعہ سے ظاہر ہے۔

ایک دفعہ صوفی محمد حسین نامی ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ حدیث شریف میں تو آتا ہے کہ ہمارا مدینہ، بھٹی ہے۔ جیسے کہ بھٹی لوہے کے میل کو نکال دیتی ہے ایسے ہی زمینِ مدینہ نا اہل کو اپنے سے نکال دیتی ہے حالانکہ مُرتد اور منافق بھی مدینہ پاک میں مر کر یہیں دفن ہو جاتے ہیں۔ پھر اس حدیث کا مطلب کیا؟ آپ نے اُسے کان پکڑ کر نکلوا دیا۔ وہ شخص حیران تھا کہ اُسے کس قصور کی وجہ سے نکالا گیا۔ رات کو اُس نے خواب میں دیکھا کہ قبرستانِ مدینہ منورہ یعنی جنت البقیع میں کھدائی ہو رہی ہے اور اونٹوں پر باہر

---

[۶] "ملفوظاتِ امیرِ ملّت" ص ۵۷، ۵۸۔

Marfat.com

سے لاشیں آرہی ہیں اور یہاں سے باہر جارہی ہیں۔ جب اُن لوگوں سے پوچھا گیا کہ کیا کر رہے ہو، تو وہ بولے کہ جو نااہل یہاں دفن ہوگئے ہیں اُن کو باہر پہنچارہے ہیں اور عشاقِ مدینہ کی اُن لاشوں کو جو اور جگہ دفن ہوگئی ہیں یہاں لارہے ہیں۔ وہ شخص دوسرے دن پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اُسے دیکھتے ہی فرمایا کہ،

"اب سمجھے، حدیث کا مطلب یہ ہے، کل تم نے مجھ سے اغیار کی محفل میں اسرار پوچھے تھے جس کی تمہیں سزا دی گئی تھی" [۱]

گزشتہ صفحات میں ذکر کیا گیا ہے کہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی (م ۱۹۲۱ء) دوسرے سفرِ حج میں آپ کی قیام گاہ پر بار بار ملاقات کے لیے جاتے رہے، ان کے ملفوظات میں آپ کا ذکرِ خیر اس طرح موجود ہے۔

"حضرت مولانا عبدالحق الہ آبادی کو چالیس برس سے زائد مکہ معظمہ میں گزر رہے تھے۔ کبھی شریفِ مکہ کے یہاں بھی تشریف نہ لے گئے۔ قیام گاہِ فقیر پر دو بار تشریف لائے۔ مولانا سید اسماعیل (محافظ کتب خانہ حرم شریف) وغیرہ اُن کے تلامذہ فرماتے ہیں کہ یہ محض خرقِ عادت ہے۔ مولانا کا دم بسا غنیمت تھا۔ ہندی تھے مگر اُن کے انوار مکہ میں چمک رہے تھے۔ التزاماً ہر سال حج کرتے تھے۔ مولانا اسماعیل فرماتے تھے کہ ایک سال حج میں حضرت مولانا عبدالحق صاحب بہت علیل اور صاحبِ فراموش تھے۔ نویں تاریخ اپنے تلامذہ سے کہا، مجھے حرم شریف میں لے چلو! کئی آدمی اُٹھا کر لائے۔ کعبہ معظمہ کے سامنے بٹھایا، زمزم شریف منگا کر پیا اور دُعا کی کہ الٰہی حج سے محروم نہ رکھ۔ اسی وقت مولیٰ تعالیٰ نے ایسی قوت عطا فرمائی کہ اُٹھ کر اپنے پاؤں سے عرفات شریف

---

[۱] "تفسیر نعیمی" پارہ اوّل از مفتی احمد یار خاں نعیمی مطبوعہ گجرات ص ۷۵۔

Marfat.com

آپ نے سند و اجازتِ دلائل الخیرات شریف حضرت سید علی حریری مدنی قدس سرہٗ اور شیخ محمد المغربی قدس سرہٗ (دونوں بزرگوں) سے حاصل فرمائی۔ لیکن اپنے تلامذہ کو موافق روایت سید علی حریری مدنی قدس سرہ، ہی اجازت عطا فرماتے تھے۔ آپ کی اجازت اسطرح ہے

"حضرت شاہ عبدالحق الہ آبادی قدس سرہ کو عارف باللہ حضرت علامہ شیخ سیّد علی الحریر المدنی بن یوسف ملک باشلی المدنی قدس سرہٗ ہما سے، اُن کو حضرت شیخ السیّد محمد بن السیّد احمد المدغوی الشریف الحسنی قدس سرہ سے اُن کو ابی البرکات سیدی محمد بن احمد المثنی قدس سرہٗ سے، اُن کو حضرت شیخ احمد بن الحاج قدس سرہ، سے اُن کو حضرت شیخ سیّدی احمد المقری قدس سرہٗ سے، اُن کو حضرت سیدی عبدالقادر الفاسی قدس سرہٗ سے، ان کو حضرت شیخ سیّدی احمد بن ابی العباس الصمعی قدس سرہٗ سے اُن کو شیخ سیّدی السملالی قدس سرہ سے، ان کو حضرت شیخ سیدی عبدالعزیز النبا قدس سرہٗ سے اُن کو مؤلف دلائل الخیرات شریف قطب ربانی حضرت شیخ السیّد محمد ابن سلیمان الجزولی قدس سرہٗ سے"۔ [۹]

آپ کی تصانیف میں "الاکلیل علیٰ مدارک التنزیل" (قرآن پاک کی تفسیر)، "التعلیقات علی الدر المختار"، "الکنز الاکبر شرح فقہ الاصغر" (فقہ) الدر المنظم فی حکم مولد النبی الاعظم (صلی اللہ علیہ وسلم) اور "مسائل نہایت الامل فی مسائل الحج البدل" مشہور و معروف ہیں۔
۱۶ر شوال المکرم ۱۳۳۳ھ / ۲۷ر اگست ۱۹۱۵ء کو مکہ مکرمہ میں آپ کا وصال ہوا، اور جنت المعلیٰ میں حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی (ف ۱۳۰۸ھ / ۱۸۹۰ء) کے پہلو میں سپرد خاک ہوئے۔ [۱۰]

---

[۸] "الملفوظ" حصہ دوم از مفتی اعظم مصطفےٰ رضا خاں مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی ص ۲۱۔

[۹] انوار قطب مدینہ از خلیل احمد رانا مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء ص ۱۶۷

[۱۰] "تذکرہ علمائے اہلسنت" ص ۱۰۸، "پرانے چراغ" ص ۱۴۵، "فقہ اسلامی" ص ۲۸۰، "نزہتہ الخواطر"

Marfat.com

مولانا مفتی محمد عبداللہ ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ بن شیخ صابر علی کے آباؤ اجداد عظیم آباد، صوبہ بہار (انڈیا) کے رہنے والے تھے۔ وہاں سے بوجوہ ریاست ٹونک میں گورکھپوریوں کے محلہ میں آکر آباد ہوئے اور یہیں ۱۸۵۰ء میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ نے مولانا مفتی محمد لطف اللہ علی گڑھی (ف ۱۹۱۶ء) سے درسیات پڑھی، مولانا احمد علی سہارنپوری (ف ۱۸۷۹ء) سے دورۂ حدیث کیا۔ مولانا فیض الحسن سہارنپوری (ف ۱۸۸۷ء) سے ادبیاتِ عربی کی تحصیل کی۔ مولانا حکیم سید دائم علی آف ٹونک (ف ۱۹۰۸ء) سے بھی علمی استفادہ کیا اور حکیم صاحب کے صاحبزادے مولانا سید برکات احمد ٹونکی (ف ۱۹۲۸ء) کے رفیق درس رہے۔

مفتی صاحب نے مدرسہ عبدالرب دہلی سے تدریس کی ابتدا کی اور پھر یکم مئی ۱۸۸۳ء میں اورنٹیل کالج لاہور میں عربی مدرس مقرر ہوئے۔ ۱۸۸۶ء میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ ۱۸۸۷ء میں مولانا فیض الحسن سہارنپوری (ف ۱۸۸۷ء) کے انتقال کے بعد عربی کے صدر مدرس بنے۔ اسی دوران انجمن حمایت اسلام لاہور کے صدر اور سالہا سال تک انجمن کی مختلف کمیٹیوں کے چیئرمین بھی رہے۔ قیامِ لاہور کے دوران ہر سال انجمن کے سالانہ اجلاسوں میں اپنی شعلہ نوائی سے بھی لوگوں کے دلوں کو گرماتے رہے۔ مولانا محمد حسین آزاد (ف ۱۹۱۰ء) کے سبکدوش ہونے کے بعد شعبۂ عربی کے سپرنٹنڈنٹ ہو گئے۔ ۱۸۹۷ء میں چند ماہ کے لیے قائم مقام پرنسپل کے فرائض بھی انجام دیئے۔ ۱۹۰۳ء میں "شمس العلماء" کا خطاب ملا۔ ۱۹۰۸ء میں حج کا فریضہ ادا کیا۔ ۱۹۱۳ء میں طویل رخصت پر چلے گئے۔ ۱۹۱۵ء

میں واپس آئے اور ۱۹۱۷ء میں تقریباً ۴۳ سال کی ملازمت کے بعد رخصتِ سبکدوشی پر چلے گئے۔[1]

آپ فقہ اسلامی کے بڑے ماہر تھے۔ اسلامی قانون اور شرعی تنازعات میں آپ کا فیصلہ سند مانا جاتا تھا۔ دُبلے پتلے انسان تھے۔ حکیم الامت علامہ اقبالؒ (ف ۱۹۳۸ء) اکثر فرمایا کرتے تھے کہ

"اِس ناتواں جسم میں علم و فضل کا اتنا ذخیرہ ہے کہ کُوزے میں دریا بند ہونے کی مثل اُن پر صادق آتی ہے۔"

۳۴ سال تک اورنٹیل کالج لاہور میں مختلف عہدوں پر فائز رہنے کے بعد ملازمت سے سبکدوش ہوئے اور شہر لاہور کو جسے وہ "اپنا وطنِ ثانی" کہا کرتے تھے۔ داغِ مفارقت دے گئے۔[2]

سیّد نذیر نیازی (ف ۱۹۸۱ء) کی معرکۃ الآرا کتاب "دانائے راز" کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت مفتی صاحبؒ، گورنمنٹ کالج لاہور میں بھی عربی کے اُستاد رہے ہیں اور حضرت علامہ اقبالؒ کو بھی مفتی صاحب کی شاگردی کا شرف وہیں حاصل ہوا۔ نیازی صاحب مرحوم و مغفور

---

[1] "تذکرہ علمائے اہلسنت" ص ۱۵۹، "تذکرہ علمائے اہلسنت و جماعت لاہور" ص ۲۵۱، "نزہۃ الخواطر جلد ہشتم" ص ۱۸۰، "استاذ العلما" ص ۵۰، "حیاتِ اقبال کی گمشدہ کڑیاں" ص ۸۰، "اقبال اور انجمن حمایت اسلام" ص ۲۸، ۷۱، ۷۴، ۱۷۵، ۱۸۴، "معاصرین اقبال کی نظر میں" از محمد عبداللہ قریشی، لاہور ۱۹۷۷ء ص ۲۴۴، مکتوب گرامی حکیم محمود احمد برکاتی بنام مؤلف از کراچی محررہ ۲ مئی ۱۹۸۳ء "عرفانِ اقبالؒ" اور افاداتِ نیازی از صاحبزادہ بشیر مخفی مطبوعہ لاہور طبع دوم ۱۹۵۸ء ص ۱۸۳۔ تاریخ اورنٹیل کالج لاہور از ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار مطبوعہ لاہور ۱۹۶۲ء ص ۱۳۴

[2] "تذکرہ علمائے اہلسنت و جماعت لاہور" ص ۲۵۱، "نبیرۂ امیرِ ملت" ص ۵۹، ماہنامہ "نقوش" لاہور، "لاہور نمبر" ص ۵۳۸۔

یوں رقمطراز ہیں :-

"مفتی محمد عبداللہ ٹونکی، عربی میں اُن کے اُستاد، شعر و شاعری کی محفلوں میں اُن کے جلیس، اُن کے بزرگ، ہر اعتبار سے واجب الاحترام، مگر اس کے باوجود بے تکلف دوست بشرطیکہ لفظ دوستی میں تفاوتِ عمر کا لحاظ رکھ لیا جائے۔ اُن کا ایک ملازم تھا ستار بجانے میں ماہر۔ محمد اقبال، مفتی صاحب کے یہاں جاتے، ستار سُنتے۔ مفتی صاحب دُبلے پتلے انسان تھے، بات کرتے تو منہ پہ رومال رکھ لیتے۔ علم و فضل کے پیکر۔ محمد اقبال کہتے یہ جان اور یہ علم، دریا کوزے میں بند ہے۔ مفتی صاحب کو عربی اَدب فقہ اور حدیث پر عبور حاصل تھا" [۳]

لاہور میں اورنٹیل کالج کی ملازمت کے علاوہ آپ نے مدرسہ حمیدیہ اور دارالعلوم انجمن نعمانیہ میں بھی تدریسی خدمات انجام دیں۔ اُن کے بڑے بڑے نامور شاگرد ہوئے، جو آسمانِ علم و فضل پہ آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے اور برصغیر کا چپہ چپہ اُن کے فیض سے سیراب ہوا محسنِ اُردو حافظ محمود شیرانی (ف ۱۹۴۶ء) نے بھی ٹونک سے لاہور آکر انہی کی نگرانی میں تعلیم حاصل کی تھی۔ حضرت امیرِ ملّت قدس سرہ نے دارالعلوم نعمانیہ اور اورنٹیل کالج میں آپ سے فیوض و برکات حاصل کیے۔ جب حضرت امیرِ ملّتؒ نے آپ کے حلقۂ تلامذہ میں داخل ہونے کا قصد ظاہر کیا تو آپ بہت خوش ہوئے اور حضرتؒ پر خاص شفقت اور توجہ مبذول فرماتے رہے۔ حضرت امیرِ ملّتؒ جب بھی آپ کا نام لیتے تو اس طرح لیتے :-

"میرے استاد حضرت مولانا مولوی حاجی علامۂ زماں مولوی محمد عبداللہ صاحب ٹونکی" [۴]

---

[۳] "دانائے راز" ص ۱۲۷

[۴] "سیرت امیرِ ملّت" ص ۵۹، "نقوش" لاہور نمبر ص ۵۳۸، "مکاتیبِ حافظ محمود شیرانی" مرتبہ مظہر محمود شیرانی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء ص ۲۲۔

Marfat.com

جب حضرت امیر ملتؒ نے فتنۂ مرزائیت کو کچلنے کے لیے میدان میں قدم رکھا تو آپ نے ہر موقع پر حضرتؒ کا ساتھ دیا۔ ۲۲ مئی ۱۹۰۸ء کو حضرت امیر ملتؒ نے بادشاہی مسجد لاہور" میں جمعہ پڑھایا اور نماز کے بعد ردِ مرزائیت کے سلسلہ میں ایمان افروز اور باطل سوز تقریر فرمائی۔ اس موقع پر آپ نے بھی اپنے شاگردِ عزیز (حضرت امیر ملتؒ) کی مساعی کی زبردست تائید و حمایت کرتے ہوئے۔ مرزا قادیانی کے عقائد باطلہ کی دلائلِ قاہرہ سے تردید فرمائی۔

حضرت امیر ملتؒ نے مرزائیت کی تردید میں لاہور میں ہر روز جلسوں کا پروگرام بنایا اور مرزا قادیانی کو مقابلہ پر آنے کی دعوت دی مگر مرزا کو ہمت نہ ہو سکی۔ ان تمام جلسوں میں مقامی و بیرونی علما کے علاوہ آپ بھی روزانہ تقریر کرتے تھے اور حضرت امیر ملتؒ کو خصوصی دعاؤں سے نوازتے تھے۔[۵]

قادیانی فتنہ کی سرکوبی و دیگر خدماتِ جلیلہ سے متاثر ہو کر آپ حضرت امیر ملتؒ کے ایسے گرویدہ ہو گئے تھے کہ اُن سے روحانی فیض بھی حاصل کرتے رہے اور آخری ایام میں حضرتؒ سے بیعت کر لی تھی حالانکہ آپ حضرتؒ کے اُستاد تھے لیکن حضرتؒ کی روحانیت کے گرویدہ ہو کر رہ گئے تھے۔[۶]

شیخ لاہور حضرت شیخ عبدالشکور لاہوری (ف ۱۹۸۵ء) راوی ہیں کہ ۱۹۱۴ء میں حضرت امیر ملت قدس سرہ، مسجد پٹولیاں اندرون لوہاری گیٹ لاہور میں جلوہ افروز تھے کہ مفتی صاحب، حضرت امیر ملتؒ سے ملنے کے لیے تشریف لائے۔ نہایت دُبلے پتلے، سیاہ اچکن، سیاہ رامپوری ٹوپی اور موری دار پاجامہ زیبِ تن تھا۔ حضرت امیر ملتؒ، آپ کو دیکھتے ہی اُٹھ کھڑے ہوئے، بغلگیر ہوئے، دست بوسی و قدم بوسی کر کے اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کیا۔ مفتی صاحب فرمانے لگے کہ بھئی! مجھے گنہگار کرتے ہو؟ پھر مفتی صاحب نے پوچھا کہ کیا حال ہے حضرت

۵۔ "سیرتِ امیر ملت" ص ۲۴۶ تا ۲۴۸

۶۔ "تصوف" از ڈاکٹر محمد الہ دتہ کنجاہی ص ۱۴۷

امیرِ ملّتؒ نے ارشاد کیا کہ حضور! اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ آپ نے جو کچھ عطا فرمایا ہے، سب اُسی کا فیض ہے۔

مفتی صاحب اکثر و بیشتر انجمن خدام الصوفیہ ہند علی پور سیّداں شریف کے سالانہ جلسوں میں شریک ہوتے اور اپنے علمی جواہرات سے حاضرینِ جلسہ کو مالامال کرتے تھے۔ حضرت امیرِ ملّتؒ آپ سے کسی نہ کسی اجلاس کی صدارت ضرور کرواتے اور آپ کے خطاب کے بعد آپ کی خدمت میں نقری تمغے پیش کرتے اور ادب و احترام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے تھے۔ [ئے]

قیام لاہور کے دوران آپ نے یکم جنوری ۱۹۸۷ء کو "انجمن مستشار العلماء" [ئے] کے نام سے ایک انجمن کی بنیاد رکھی تاکہ علمائے اسلام میں صلح و اتفاق پیدا کیا جائے، علومِ عربی کی ترقی اور اس کی اصلاح کی کوشش کے علاوہ منتخب چیدہ علما کی جماعت سے ایک دار الافتاء بنایا جائے جو جدید واقعات کی بابت علمائے مذہب سے مشورہ لے اور مختلف آراء کے دلائل و وجوہات کو سنجیدگی اور متانت کے ساتھ وزن کرنے کے بعد ایک مناسب فیصلہ کرے۔

حضرت امیرِ ملّت قدس سرہ نے اس انجمن کی کامیابی اور ترقی کے لیے مقدور بھر سعی کی۔ چنانچہ ۱۸۹۹ء میں انجمن کا ایک وفد نے جو حضرت امیرِ ملّتؒ اور مولانا غلام محمد بگوی امام شاہی مسجد لاہور (ف ۱۹۰۰ء) پر مشتمل تھا، امرتسر کا دورہ کیا۔ اور عوام و خواص کو انجمن کے اغراض و مقاصد سے آگاہ کیا۔ اس موقعہ پر شیخ غلام صادق (ف ۱۹۲۱ء) صدر انجمن اسلامیہ امرتسر نے مکمل تائید و حمایت کا یقین دلایا اور انجمن کو کتابوں کی خریداری کے لیے پچاس روپے چندہ بھی دیا۔ [شہ]

[ئے] ماہنامہ "انوار الصوفیہ" لاہور جون ۱۹۱۴ء ص ۲، ۵ جون ۱۹۱۵ء ص ۷۔ ماہنامہ "طریقت" لاہور جون ۱۹۱۵ء ص ۴۴

[شہ] "انجمن اسلامیہ امرتسر" از پروفیسر احمد سعید مطبوعہ لاہور ۱۹۸۶ء ص ۲۴۹ بحوالہ "انجمن مستشار العلماء" مطبوعہ لاہور ۱۹۰۲ء ص ۸۰۷۔

Marfat.com

۱۸۸۷ء اس انجمن کے جلسے حضرت قدس سرہ کی رہائش گاہ پر ہوتے تھے

آپ لاہور سے دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ تشریف لے گئے تو آپ ہی کے ایماء پر حضرت امیرِ ملت نے ندوۃ العلماء کی سرپرستی قبول فرمائی اور ایک مرتبہ اُس کے سالانہ جلسہ کی صدارت بھی کی۔ علامہ شبلی (ف ۱۹۱۴ء) مولانا عبدالحق حقانی (صاحب تفسیر حقانی) (ف ۱۹۱۷ء) ودیگر اکابر علماء نے حضرت امیرِ ملت کو خوش آمدید کہا اور حضرت کی دینی وملی خدمات کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا۔ آپ اپنی اس کامیابی پر پھولے نہ سماتے تھے۔ [۹]

ندوۃ العلماء میں علم وفضل کے خزانے لٹانے کے بعد آپ مدرسہ عالیہ کلکتہ تشریف لے گئے اور کئی برس تک صدر مدرس کے عہدہ جلیلہ پر فائز رہ کر شاندار خدمات انجام دیں۔

آپ اپنے اُستاد مولانا فیض الحسن سہارنپوری (ف ۱۸۸۷ء) کی طرح عربی کے عمدہ ناظم و ناثر تھے اور عربی درسگاہوں کی قدیم تعلیم کا بہترین نمونہ تھے۔ ہندوستان کے مشاہیر علماء میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ [۱۰]

آپ کے تبحرِ علمی کا ہر کسی نے لوہا مانا اور دیدہ ودل فرشِ راہ کیا۔ شاگردوں نے ہمیشہ آپکی شاگردی پر فخر کیا۔ مولانا تاجور نجیب آبادی (ف ۱۹۵۰ء) لکھتے ہیں:۔

" لاہور رہا تو شمس العلماء مفتی محمد عبداللہ ٹونکی جیسے عربی کے بے مثل ادیب اور بین الاقوامی شہرت کے فلسفی کا فیض وہدایت مجھے نصیب رہا " [۱۱]

آپ نے بہت سی کتابیں لکھیں۔ کئی مسائل پر آپ کے فتوے رسائل کی صورت میں شائع ہوتے رہے اور تشنگانِ رموز ونکاتِ شرعِ اسلامیہ نے ان سے بڑا فیض پایا۔

آپ کی جن تصانیف کے نام معلوم ہو سکے وہ درج ذیل ہیں۔

---

[۹] "تذکرہ علمائے اہلسنت" ص ۱۵۹، ۱۶۰۔ "سیرتِ امیرِ ملت" ص ۵۹

[۱۰] "تذکرہ علمائے اہلسنت" ص ۱۵۹، ۱۶۰۔ سیرتِ امیرِ ملت" ص ۵۹

[۱۱] "تذکرہ تہذیب وادب" مرتبہ نصیر کوٹی، لاہور ۱۹۴۸ء ص ۶

Marfat.com

(۱) عجالۃ الراکب فی امتناع کذب الواجب :- یہ کتاب نے ۱۵ رجمادی الاولی ۱۳۰۸ھ مولوی محمود حسن صدر المدرسین دار العلوم دیوبند کے رسالہ جہد المقل کے جواب میں تحریر فرمائی۔ مولوی محمود حسن دیوبندی (ف ۱۹۲۰ء) نے یہ رسالہ حضرت مولانا احمد حسن کانپوری (ف ۱۹۰۴ء) کے رسالہ "تنزیہ الرحمٰن عن تقدیس الرحمٰن" کے جواب ورد میں لکھا تھا، اسی بحث پر ۱۹ ررمضان ۱۳۰۶ھ کو آپ نے مولوی محمود حسن دیوبندی سے لاہور میں مناظرہ کیا تھا۔ آپ کے قاہر دلائل وسوالات سے مولوی محمود حسن مرعوب ولاجواب ہوگئے۔

تعلیقات

(۲) تحلیقات المفتی :- شرح سلم مولوی حمد اللہ کا حاشیہ شرح سلم کے ساتھ مطبع اسلامیہ لاہور میں طبع ہوا۔

(۳) شرح محمدی (فتاویٰ) اردو، ۴ جلد ۱۹۰۸ء — ۱۹۱۱ء ؟

(۴) عقد الدرر جید نزہتہ النظر :- نزہتہ النظر کا حاشیہ ہے جو مطبع مجتبائی دہلی میں ۱۲۲ صفحات پر مشتمل طبع ہوا

(۵) الانوار الزاہیہ فی دیوان ابی لعتاہیہ

(۶) الکلام الرشیق

(۷) تحریر اقلیدس کا اُردو ترجمہ، جلد اوّل مطبوعہ ۱۹۰۲ء۔ [۱۲]

کلکتہ میں آپ پر فالج کا حملہ ہوا۔ وہاں سے بھوپال اپنے صاحبزادے مولانا مفتی انوار الحق ایم اے (ف ۱۹۴۰ء) ناظم تعلیمات بھوپال و مرتب دیوانِ غالب نسخہ حمیدیہ کے پاس چلے گئے اور کچھ عرصہ صاحبِ فراش رہ کر ۷ر نومبر ۱۹۲۰ء (۱۳۳۹ھ) کو انتقال کیا۔ آپ کی رحلت سے عربی زبان ایک فاضل اجل اور اسلامی شریعت کے ایک بے نظیر نکتہ دان سے محروم ہوگئی۔ [۱۳]

---

[۱۲] "تذکرہ علمائے اہلسنت" ص ۱۶۰، "فقہ اسلامی" ص ۲۸۲

[۱۳] حیاتِ اقبال کی گمشدہ کڑیاں" ص ۸۱، "تذکرہ علمائے اہلسنت" ص ۱۶۰

Marfat.com

دنیائے علم وفضل آج تک آپ ایسے راسخ العقیدہ اور جری عالم کے بلئے ترس رہی ہے

ع نہ اُٹھا پھر کوئی رُومی عجم کے لالہ زاروں سے ۔

آپ کی وفات پر سلیمان ندوی (ف ۵۳ ۱۹ء) نے ماہنامہ " معارف " اعظم گڑھ میں پر مغز شذرہ لکھا، جو درج ذیل ہے ۔

" اخبارات سے یہ خبر معلوم ہو چکی ہوگی کہ جناب مفتی محمد عبداللہ صاحب ٹونکی نے ، نومبر ۱۹۲۰ء کو بعارضۂ فالج بھوپال میں انتقال کیا، مفتی صاحب مرحوم عربی درسگاہوں کی قدیم تعلیم کے بہترین نمونہ تھے، ہندوستان کے مشاہیر علماً میں اُن کا شمار تھا، وہ ادب میں مولانا فیض الحسن (سہارنپوری) صاحب اور دینیات میں مولانا احمد علی صاحب محدث (سہارنپوری) کے شاگرد تھے، مولانا فیض الحسن صاحب کے بعد اورنٹیل کالج لاہور کی پروفیسری کی جگہ اُن کو ملی، اور اُن کی عمر کا بڑا حصہ اسی درسگاہ میں گزرا، آخیر زمانہ میں وہ دارالعلوم ندوہ کے مدرس اعلیٰ مقرر ہوئے تھے، اور اُس کے بعد مدرسہ عالیہ کلکتہ کے صدر مدرس ہوئے اور یہیں سے بیمار ہو کر اپنے صاحبزادہ جناب مفتی انوار الحق صاحب ایم اے، ناظم و مشیر تعلیمات بھوپال کے پاس گئے تھے، جہاں اُنہوں نے وفات پائی، غالباً وفات کے وقت مفتی صاحب مرحوم کی عمر ستر کے قریب ہوگی تعلیمی خدمات کے علاوہ مفتی صاحب کا بڑا کارنامہ انجمن مستشار العلماً لاہور ہے، جو ایک قسم کا دارالافتاء ہے، مرحوم نے بعض عربی کی درسی کتابوں پر حواشی بھی لکھے تھے، اُن کی وفات سے علماً کی صف میں ایک ایسی جگہ خالی ہے جس کے بھرنے کی اب آئندہ اُمید نہیں " ۔ [۱۴]

---

۱۴ " یاد رفتگاں " از سید سلیمان ندوی ص ۴۰

Marfat.com

مولانا قاری محمد عبدالرحمٰن محدث پانی پتی

مولانا قاری محمد عبدالرحمٰن بن حضرت مولانا قاری خواجہ شاہ محمد انصاری عرف قاری محمدی ۱۲۲۷ھ میں پانی پت (انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ شجرۂ نسب حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کا خاندان انصاران پانی پت میں عزت و احترام کا حاصل تھا۔ [1]

والدگرامی سے قرآن پاک حفظ کرنے کے بعد ابتدائی درسی کتابیں پڑھیں۔ اسی دوران ۱۲۴۰ھ میں والد ماجد کا انتقال ہوگیا تو آپ کی تعلیم بھی ختم ہوگئی۔ بعدازاں حضرت قاری عبداللہ عرف قاری لالہؒ اور اپنے بڑے چچا قاری قادر بخشؒ سے دورِ قرآن مجید اور تجوید میں استفادہ کیا۔ اور رشید المتکلمین مولانا رشیدالدین خان دہلویؒ (ف ۱۸۴۳ء) سے فن نحو کی تحصیل کی۔ ادب، فقہ، اصول اور معقولات کی کتابیں مولانا مملوک علی نانوتوی (ف ۱۸۵۱ء) سے پڑھیں۔

حضرت مولانا قاری شاہ امام الدین امروہویؒ سے فنِ قرأت و تجوید سیکھا۔ مولانا محمد قلندر محدث جلال آبادی (ف ء) حضرت مولانا سید محمد دہلوی (ف ء) حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق دہلویؒ (ف ۴۶-۱۸۴۵ء) مرزا حسن علی محدث لکھنوی (ف ۱۸۳۹ء) سے علوم متداولہ اور حدیث شریف کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۱ رجمادی الثانی ۱۲۵۶ھ کو حضرت شاہ محمد اسحاق دہلویؒ نے صحاح ستہ کی اجازت مرحمت فرمائی اور پھر بعدازاں قرآن مجید کی سند اجازت بھی عطا کی۔

۷ رشعبان المعظم ۱۲۵۷ھ کو آپ نے بنارس جاکر حضرت شیخ عبدالمحسن بن شیخ محمد طاہر سنبل مکی ثم مدنیؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر حدیث مصافحہ کی سند حاصل کی۔ [2]

---

[1] "تذکرہ رحمانیہ" از عبدالحلیم مطبوعہ پانی پت ۱۹۳۸ء ص ۲۷۔

Marfat.com

آپ نے شاہ محمد اسحاق دہلوی کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ ۱۶ شوال المکرم ۱۲۵۸ھ کو حضرت شاہ صاحب نے آپ کو آپ کو سلاسل اربعہ میں اجازت و خلافت کی سند عطا فرمائی۔ آپ کے حالات میں لکھا ہے کہ حفظِ قرآن پاک کے بعد آپ کی طبیعت تعلیم سے اُچاٹ رہتی تھی۔ شکار کا بے پناہ شوق تھا۔ جنگلوں میں پھرتے رہتے تھے۔ لاپرواہی اسقدر بڑھتی کہ رمضان المبارک میں قرآن مجید بھی نہ سنایا۔ والدہ صاحبہ سمجھاتیں، گڑھتیں، ناراض ہوتیں مگر بے سُود۔ وہ رو دیتیں۔

آخر ایک رات آپکو خواب میں والد بزرگوار کی زیارت ہوئی۔ اُنہوں نے ہاتھ پکڑا اور فرمایا! "میرے ساتھ آؤ" پھر آپ کو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں لے گئے اور عرض کیا: "فداک ابی وامی یارسول اللہ! یہ عبدالرحمٰن حاضر ہے" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک بڑھا کر عبدالرحمٰن کو آغوش میں لیکر سینۂ فیض گنجینہ سے چمٹا لیا۔

قاری عبدالرحمٰن بیدار ہوئے تو اتنا شرح صدر ہوا کہ مشکل سے مشکل کتاب کے معرکۃ الآرا مسائل پانی معلوم ہونے لگے۔ دقیق سے دقیق کتابیں معمولی مطالعہ کے بعد آسانی سے حل ہو جاتیں۔ جس استاد کے پاس جاتے وہ خصوصی توجہ فرماتا۔ ؎

۲؎ تذکرہ رحمانیہ" ص ۲۸ تا ۳۴۔ "نزہتہ الخواطر جلد ہشتم" ص ۲۴۵، مقالاتِ شروانی" ص ۲۷۹ تا ۲۸۲، ماہنامہ "معارف" اعظم گڑھ بابت مارچ ۱۹۳۱ء "تاریخ اسلام جلد پنجم" از ایس ذاکر حسین ص ۹۹۔ "صدر یار جنگ" از شمس تبریز خاں، کراچی ۱۹۸۱ء ص ۵۴

۳؎ "تذکرہ رحمانیہ" ص ۳۴ "تذکرہ علمائے ہند" ص ۵۷۸، ماہنامہ "نقوش" لاہور مئی ۱۹۵۲ء ص ۸

۴؎ سیرت النبی بعد از وصال النبی از محمد عبدالمجید ایڈووکیٹ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء ص ۱۲۱ تا ۱۲۲

فارغ التحصیل ہونے کے بعد ۱۲۵۸ھ میں آپ ریاست باندہ (بندیلکھنڈ) تشریف لے گئے نواب ذوالفقار الدولہ نے آپ کی بڑی قدرومنزلت کی۔ آپ نے درس وتدریس کا سلسلہ شروع کر کے تمام علاقہ کو اپنے فیض سے مستفید کیا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے کچھ قبل ریاست نے عہدۂ قضا بھی آپ کے سپرد کر دیا تھا۔ ۱۲۷۳ھ تک باندہ میں مقیم رہے اور پھر واپس پانی پت آکر علم وفضل کے خزانے بکھیرے۔ ۵ے

حضرت اقدس سے ہزارہا اشخاص نے کسب فیض کیا۔ مشہور تلامذہ میں مولانا محمد یعقوب[1] نانوتوی (ف ۱۸۸۴ء) مولانا احمد[2] علی مکیؒ (ف) مولانا راغب[3] اللہ پانی پتی (ف ۱۳۲۰ھ) مولانا حبیب[4] الرحمٰن سندھی مدنی (ف) مولانا فضل[5] احمد افغانی مولانا قاری علی حسین[6] رامپوری (ف) مولانا الطاف حسین حالی (ف ۱۹۱۴ء) مولانا امام علی[7] باندوی[8] (ف) مولانا محمد ابراہیم[9] کرنالی (ف ۱۹۱۷ء) مولانا قاری عبدالہادی[10] بھوپالی (ف) مولانا شاہ گل حسن[11] پانی پتی صاحب "تذکرہ غوثیہ" (ف) مولانا مشتاق[12] احمد انبیٹھوی (ف ۱۹۴۱ء) مولانا خلیل[13] اللہ پانی پتی (ف) مولانا سید ابن[14] حسن ہاپوڑی (ف) نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی[15] (ف ۱۹۵۰ء) سنوسئی ہند امیر ملت پیر سید جماعت[16] علی شاہ محدث علی پوری (ف ۱۹۵۱ء) قابل ذکر ہیں۔ ۶ے

حضرت امیر ملت قدس سرہ نے کئی سال سال تک پانی پت میں آپ کی خدمت میں رہ کر صحاح ستہ اور دیگر علوم دینیہ کا اکتساب کیا اور سند حدیث حاصل کی۔ حضرت امیر ملتؒ پر آپکی خصوصی نظر تھی کیونکہ ایسے جوہر قابل کا دوبارہ شاگردی میں آنا آسان نہ تھا۔ ے

۵ے "تذکرہ رحمانیہ" ص ۶۱، "نزہتہ الخواطر" ۷ ۲۴۵، "تذکرہ علمائے ہند" ص ۵۷۸

۶ے "تذکرہ رحمانیہ" ص ۶۶ تا ۷۹، "صدر یار جنگ" از شمس تبریزی خاں ص ۵۲

ے "تذکرہ رحمانیہ" ص ۷۱ تا ۷۹، "سیرت امیر ملت" ص ۱۶۱ (سیرت امیر ملت میں کتابت کی غلطی کی وجہ سے حضرت قاری صاحب کا اسم گرامی عبدالرحمٰن کے بجائے عبدالعلی چھپ گیا ہے۔ قصوری)

آپ عالمِ باعمل، شیخِ کامل اور صحیح معنوں میں عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے علمِ قرأت میں عبور حاصل تھا اور قرآن پاک سے بڑا اشغف تھا۔ آپ کے معاصر علمأ و مشائخ اور صوفیائے کرام نے آپ کے متعلق جو ارشادات فرمائے ہیں، اُن میں سے چند ایک بطور تبرک نقل کئے جا رہے ہیں تاکہ قارئین کرام حضرت امیر ملت قدس سرہ، کے اس عظیم اُستاد کی عظمت کا اندازہ کر سکیں۔

شیخ العرب و العجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ (ف ۱۸۹۹ء) فرمایا کرتے تھے کہ "میں نے عالمِ باطن میں آپ کا بڑا رُتبہ پایا ہے۔ ۵"

ایک مرتبہ آپ کا انبالہ جانا ہوا تو حضرت سائیں توکل شاہؒ (ف ۱۸۹۷ء) سے ملنے کے لیے گئے۔ سائیں صاحب اُس وقت آرام فرمانے کے لیے اندر مکان میں تشریف لیجا چکے تھے۔ اس لیے اُن کے خُدام نے عُذر کر دیا۔ آپ یہ فرما کر واپس چلے آئے کہ

"سائیں صاحب، جب باہر تشریف لائیں تو کہہ دینا کہ پانی پت سے عبدالرحمٰن آپ کی ملاقات کے لیے آیا تھا۔ اُس کو اِسی گاڑی سے واپس جانا تھا۔ السلام علیکم عرض کر گیا ہے۔"

آپ کے جانے کے بعد سائیں صاحب کو غالباً کشف سے آپ کے تشریف لانے کا حال معلوم ہو گیا، فوراً گھبرائے ہوئے باہر نکلے۔ سائیں صاحب کی عادت تھی کہ اپنی جگہ سے کہیں نہیں جایا کرتے تھے، باہر آتے ہی پہلے تو خدام پر ناراض ہوئے کہ مجھے فوراً کیوں نہ خبر دی، اور پھر معاً ننگے پاؤں اسٹیشن کی طرف روانہ ہو گئے۔ سینکڑوں آدمی پیچھے پیچھے ہو لیے کہ آج شاہ صاحب خلافِ معمول تیزی سے کہاں جا رہے ہیں؟ آخر اسٹیشن پر پہنچ کر السلام علیکم کے بعد مصافحہ کیا اور بہت بہت معذرت چاہی اور بطور ہدیہ کچھ نذرانہ پیش کیا آپ نے فرمایا۔

---

۵ "تذکرہ رحمانیہ" ص ۱۱۹

Marfat.com

"سائیں صاحب! میں اس قابل نہیں ہوں۔ آپ کیوں تکلیف فرماتے ہیں؟"
سائیں صاحب کہنے لگے،
"یہی تو آپ کی قابلیت کی دلیل ہے کہ اپنے آپ کو قابل نہیں سمجھتے۔"
آپ نے ہدیہ منظور فرما لیا اور کچھ دیر راز و نیاز کی باتیں ہوتی رہیں، پھر گاڑی آگئی۔ [۹]

حضرت شاہ غوث علی قلندر پانی پتیؒ (ف ۱۸۸۰ء) کو ایک دفعہ منکشف ہوا کہ ان کے محلے سے آپ کا گزر ہو رہا ہے۔ انہوں نے حاضرین سے فرمایا کہ
"خدا کا شیر آرہا ہے، میں اُس کے خیر مقدم کو جاتا ہوں۔" چنانچہ شاہ صاحب نے باہر آکر آپ سے راستے میں ملاقات کی۔ [۱۰]

آپ کا بدن لاغر، قد لمبا، رنگ گندمی، آنکھ اور ناک بڑی، آواز بھاری تھی۔ مزاج میں تیزی تھی۔ رائے کے اظہار میں قطعاً بے دھڑک تھے۔ داڑھی گھنی تھی لیکن قدرتاً چھوٹی۔ مہندی لگائے رکھتے تھے۔ سر پر بال پورے۔ لباس، انگرکھا بدون استعمال کرتے تھے۔ سر پر سفید عمامہ، پاجامہ غالباً تنگ موری کا پہنتے تھے۔ شہر میں کچھ املاک تھی جس سے بفراغت لبسر ہوتی تھی [۱۱]

آپ نے درس و تدریس، پند و نصائح، شعر و حکمت اور سلوک و تصوف کی گوناگوں مصروفیات کے باوجود چند کتابیں بھی لکھیں جو آپ کے علم و فضل اور تحقیق و جستجو کی آئینہ دار ہیں
۱۔ رسالہ تحفہ نذریہ (فارسی): یہ کتاب ۴۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن دہلی میں چھپا۔ دوسرا ایڈیشن مطبع نظامی کانپور اور تیسرا ایڈیشن ہلالی پریس ساڈھورہ میں طبع ہوا۔ دہلی

۹۔ "تذکرہ رحمانیہ" ص ۱۲۰ تا ۱۲۱

۱۰۔ تذکرہ رحمانیہ" ص ۱۱۲

۱۱۔ مقالات شروانی" ص ۲۷۹ تا ۲۸۲، ماہنامہ "معارف" اعظم گڑھ مارچ ۱۹۳۱ء سہ ماہی "العلم" کراچی بابت اکتوبر تا دسمبر ۱۹۸۲ء ص ۲۲ تا ۲۴،

Marfat.com

میں مولانا رحیم الدین طرب دہلوی نے "تبیین الضاد" کے نام سے اس کا اُردو ترجمہ شائع کیا ہے مگر اب اصل اور ترجمہ دونوں بالکل نایاب ہیں۔

۲۔ فیوض رحمانی (فارسی): یہ رسالہ ۴۴ صفحات پر مشتمل ہے اور آپ کے چند فتاوٰی کا مجموعہ ہے۔ مطبع قیومی کانپور سے اس کا اردو ترجمہ بھی شائع ہوا تھا۔

۳۔ کشف الحجاب:۔ ۲۶ صفحے کا یہ رسالہ آپ نے غیر مقلدوں کی تردید میں لکھا تھا۔ اُس وقت ہندوستان میں یہ جماعت بہت اُدھم مچارہی تھی اور ائمہ اربعہ کی تقلید کو حرام اور شرک کہنے سے نہیں چُوکتی تھی۔ آپ نے دلائل قاہرہ سے تقلیدِ شخصی کی حمایت کی۔ یہ رسالہ آپ کی زندگی میں چھپا لیکن کسی بھی غیر مقلد سے جواب نہ بن پڑا۔ پندرہ سولہ سال قبل حکیم محمود احمد برکاتی ٹونکی کے مقدمہ کے ساتھ کراچی سے دوبارہ طبع ہو چکا ہے۔ ؟

۴۔ جواباتِ اسولہ غیر مقلدین (فارسی) ۲۰ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ دہلی کے مطبع خادم الاسلام میں چھپا تھا۔ مذہب غیر مقلدین کے متعلق آپ سے چار سوال کئے گئے تھے، آپ نے اس رسالہ میں ان سوالوں کے محققانہ جوابات تحریر فرماتے ہیں۔

۵۔ محو الفساد فی تلفظ الضاد:۔ فارسی زبان میں ۵۱ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ حرف ضاد کے مخرج کے متعلق ایک جامع تحقیق ہے۔ ۱۳۰۶ھ میں آپ نے اِس کا اُردو ترجمہ کیا جو نامور پریس الہ آباد سے طبع ہوا۔

۶۔ فتاوٰی:۔ کئی جلدوں پر مشتمل فتاوٰی غیر مطبوعہ تھے، جو ۱۹۳۶ء تک توزیور طبع سے آراستہ نہ ہو سکے۔ معلوم نہیں کہ بعد میں کوئی جلد چھپی تھی یا نہیں۔ [۱۲]

آپ کی وفات حسرت آیات ۵ ربیع الثانی ۱۳۱۴ھ مطابق ۱۳ ستمبر ۱۸۹۶ء بروز دوشنبہ

---

[۱۲] "تذکرہ رحمانیہ" ص ۲۳۳ تا ۲۴۰

Marfat.com

عصر سے ذرا پہلے بعمر شریف ۸۶ سال پانی پت میں ہوئی اور یہیں آخری آرامگاہ بنی۔[۱۳]

آپ کی وفات کے بعد پانی پت کا علمی مرکز ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا۔ کسی عربی شاعر نے سچ کہا ہے۔ ؎

فَمَا کَانَ قَیْسٌ ھُلْکُہٗ ھُلْکُ وَاحِدٍ وَلٰکِنَّہٗ بُنْیَانُ قَوْمٍ تَھَدَّمَا

قیس کا مرنا ایک آدمی کا مرنا نہ سمجھو، بلکہ وہ پوری قوم کی بنیاد تھی جو گر گئی۔

بہت سے شعرائے کرام نے آپ کی وفات پر مرثیے اور قطعاتِ تاریخ وفات لکھے۔ اختصار کے پیش نظر صرف چند ایک قطعاتِ "تاریخ وصال درج کئے جارہے ہیں۔ سب سے پہلے مولوی احمد جان صاحب کا قطعہ درج کیا جارہا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پورے ہندوستان میں آپ کی وفات پر کہرام مچ گیا تھا۔ ؎

صدرِ ملت، شیخِ اسلام، آں امام المسلمین بدرِ کامل، شرع را ہم چرخ دیں را آفتاب

کاشفِ سرِّ حدیث و معنیٔ آثار و فقہ فرد در تفسیرِ قرآں، حافظِ اُمّ الکتاب

شیخ مولانا محمد عبد رحمٰن قطبِ حق اکمل اندر علمِ قرأت آں فضیلت اکتساب

مظہرِ زہد و تقا ہم مصدرِ جود و سخا مجمعِ اہلِ فضائل مرجعِ ہر شیخ و شاب

مقتدائے اہلسنت حجتِ احناف دہر در طریقت دارد او با غوث اعظم انتساب

طالبِ دیں از کلامِ پاک اُو در انبساط دشمنِ دیں زاحتسابش دائماً در اضطراب

اہل سخن بس بہر حلِ مشکلاتِ اہلِ علم اہل عرفاں ہم ز فیضِ یک نگاہش فیضیاب

اہل دل در مجلس تذکیر آں بحر العلوم تشنہ لب ہچوں صدف در ذکری بارد سحاب

سید الحجاج بیت اللہ آں عالی مقام اشرف الزوار درگاہِ رسول مستطاب

---

[۱۳] تذکرہ رحمانیہ" ص ۷، ۲۶۱ - "نزہتہ الخواطر جلد ہشتم" ص ۲۴۶، ماہنامہ "نقوش" لاہور مئی ۱۹۵۲ء ص ۶، "مولانا محمد احسن نانوتوی" ص ۱۸۵ (حاشیہ) "دہلی اور اس کے اطراف" ص ۹۷ (حاشیہ)

Marfat.com

در قضایا بود حکم ناطقش محکم دلیل — در فتاوی ہست قول فیصلش فصل الخطاب
افتخارِ آلِ انصارِ رسولِ محترم — زینتِ شب زندہ داراں بود ہمچو ماہتاب
گرچہ بانی ہست شرف دارد زذاتِ اقدسش — در جہاں کوس شرف زد فضل آں عالیجناب
بندۂ احمد چہ گوید وصفِ آں قدسی صفات — ذرہ کے میتواند کرد وصفِ آفتاب
یادگارِ حضرت اسحاق باقی ماندہ بود — آہ ایں گردونِ گرداں کرد آنرا انتخاب
بود آں روز دوشنبہ پنجم ثانی ربیع — رفعت در دار السلام او چوں ازیں دیرِ خراب
شیخ ابرارِ زمانہ بود بیشک زاں سبب — شیخ ابرار آمدہ سالِ وصالِ آنجناب
ہست چوں مسنونِ عازاں میکنم ہرچند ہست — رحمتِ حق خود نثارِ قبرِ آں غفراں مآب ۱۳۱۴ھ

مطلعِ انوارِ رحمت باد یارب مرقدش
روحِ پاکش ہم زطیبِ مغفرت کن مستطاب [۱۴۱]

سیّد علی آثر کانپوری نے یہ قطعۂ تاریخ وفات کہا۔ ؎

دریغا حسرتا صد حیف وافسوس — زدنیا رفت قاری عبد رحمٰن
بہ شوقِ وصلِ حق رفتند ازیں جا — بہ داعی اجل لبیک گویاں
دوشنبہ روز بودہ روزِ رحلت — بہ پنجم از ربیع آخریں داں
وجودش باعثِ امن جہاں بود — رفاہ العام از فیضش نمایاں
بہ علم و فضل یکتائے زمانہ — بہ اخلاقِ حسن مشہورِ دوراں
عدیم المثل در علمِ قرأت — وحید العصر در تحدیث و قرآں
تلمذ با بزرگانِ سلف داشت — بہ عالم یادگارِ نیک مرداں
دل از عشقِ نبیِ پاک مملو — زبانش وقفِ ذکرِ پاکِ یزداں

---

[۱۴۱] "تذکرہ رحمانیہ" ص ۲۶۷ تا ۲۶۸۔

صفائے سینہ اش چوں صبحِ صادق | جلائے قلب صافش کرد حیراں
مناقب چوں نوشتم بعدِ رحلت | بہ قرطاس است کلکم اشک افشاں
ازو جستیم چوں سالِ وصالش | ندارد ملہم غیبی بدیں ساں
کنوں تاریخ از روئے جمل گو | "بحق پیوست ایں قاریِ قرآں" [۱۵]
۱۳۱۴ھ

مولانا الطاف حسین حالیؔ (ف ۱۹۱۴ء) کے صاحبزادے حافظ خواجہ اخلاق حسین (ف ۱۹۲۴ء) نے قرآن پاک کی آیت "لکم اجرٌ عظیمٌ" سے تاریخ وفات نکالی۔ [۱۶]
۱۳۱۴ھ

مولانا محمد میاں دیوبندی کی کتاب بزرگانِ پانی پت میں خواجہ سہیل احمد پانی پتی (ف ۱۹؟) کی ایک طویل نظم بہ عنوان "پانی پت کے نام" شامل ہے جس میں انہوں نے پانی پت کے اولیائے کرام کو بھرپور خراجِ تحسین پیش کیا ہے ایک شعر میں حضرت قاری عبدالرحمٰن کا بھی ذکر خیر موجود ہے، ملاحظہ ہو۔

قاری لالہ عبدالرحمٰن فخرِ قرآئے جہاں | ہیں یہ سب آسودۂ خواب آج بھی تیرے یہاں [۱۷]

---

[۱۵] سہ ماہی "اردو" کراچی بابت اکتوبر تا دسمبر ۱۹۸۶ء ص ۲۰، ۲۱

[۱۶] "تذکرہ رحمانیہ" ص ۲۷۳، ماہنامہ "نقوش" لاہور بابت مئی ۱۹۵۲ء ص ۱۲

[۱۷] "بزرگانِ پانی پت" ص ۲۷۵۔

مولانا میر محمد عبداللہؒ

آپ کے حالات کی فراہمی کے لیے بہت کوشش کی گئی مگر کامیابی نہ ہوئی اور یہ بھی معلوم نہیں ہو سکا کہ آپ کہاں کے رہنے والے تھے اور کہاں کہاں درس و تدریس کے فرائض انجام دیئے۔

"سیرتِ امیر ملت" میں لکھا ہے کہ آپ صوفی منش اور درویش صفت عالم و فاضل بزرگ تھے۔ حضرت امیر ملتؒ نے آپ سے دیگر علوم کے علاوہ عقائد کی کتابیں بھی پڑھیں اور دورانِ درس جب حضرت امیر ملتؒ، عقائد کے رموز و نکات بیان فرماتے تو خود استاذِ کامل کو بھی حیرت ہوتی ہے[1]

---

[1] "سیرتِ امیر ملت" ص ۶۰

Marfat.com

مولانا سیّد محمد علی مونگیری

آپ کی ولادت باسعادت ۳ شعبان المعظم ۱۲۶۲ھ / ۲۸ جولائی ۱۸۴۶ء کو کانپور میں ہوئی۔ والد گرامی کا اسم مبارک سیّد عبد العلی تھا۔ شجرۂ نسب حضور غوث پاک سیدنا عبد القادر جیلانیؒ پر منتہی ہوتا ہے۔ [1]

ابھی گلشنِ حیات کے صرف دو پھول ہی توڑے تھے کہ والد ماجد داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے لہذا ابتدائی زمانہ جدِّ امجد سیّد غوث علی کے سایۂ شفقت میں گزرا۔ قرآن مجید اپنے چچا سید ظہور علی سے اور فارسی کی ابتدائی کتابیں مولانا سیّد عبد الواحد بلگرامیؒ (ف ۱) سے پڑھیں۔ قرآن مجید حفظ کرنا شروع کیا تھا لیکن اکثر بیمار رہنے کے باعث تکمیل نہ کرسکے۔

درسیات کی تکمیل مولانا لطف اللہ علی گڑھی (ف ۱۹۱۶ء) اور مفتی عنایت احمد کاکوروی (ف ۱۸۶۳ء) سے کی۔ بیشتر کتابیں مولانا لطف اللہ علی گڑھی سے پڑھیں۔ ۱۲۷۷ھ میں مدرسہ فیضِ عام کانپور میں داخل ہوئے۔ دو سال بعد مفتی عنایت احمد کاکورویؒ حجِ بیت اللہ کے لیے گئے تو اُن کے جانشین مولانا مفتی لطف اللہ علی گڑھی ہوئے۔ کافیہ، شرح مصباح، شرح ملّا جامی اور منطق کی بعض کتابیں مولانا سیّد حسین شاہؒ سے پڑھیں اور بقیہ کتابیں مفتی لطف اللہ سے۔ [2]

---

[1] "سیرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ" از سید محمد الحسنی مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۶۴ء ص ۶۔

[2] "سیرت مولانا محمد علی مونگیری" ص ۷ تا ۱۳، "نزہۃ الخواطر جلد ہشتم" ص ۴۴۵

Marfat.com

اکتسابِ علم کے بعد مولانا کرامت علی قادری (مدفون کالپی) سے دس ماہ تک روحانی استفادہ کیا۔ اُن کے انتقال کے بعد مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی (ف ۱۸۹۵ء) کے دستِ اقدس پر بیعت کی۔ حدیث شریف کی تکمیل کے لیے مولانا احمد علی محدث سہارنپوری (ف ۱۸۷۹ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ گیارہ ماہ قیام فرماکر صحاح ستہ، موطا امام محمد اور موطا امامِ مالک پڑھی اور اولذکر صحاح ستہ اور موطا امام محمد کی سند بھی حاصل کی اور کانپور واپس تشریف لے آئے۔ ۳؎

حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ نے آپ کو "سلسلہ نقشبندیہ اور "سلسلہ قادریہ" کی اجازت وخلافت بخشی۔ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ (ف ۱۸۹۹ء) نے بھی آپ کو سلاسل اربعہ میں خلعتِ خلافت سے نوزا اور اپنی چادر تسبیح اور ٹوپی بطور خرقہ ارسال فرمائی تھی۔ ۴؎

دُلاری کی مسجد (کانپور) میں درس وتدریس کا سلسلہ قائم کیا۔ پھر مدرسہ فیضِ عام کانپور میں تقریباً تین سال تک حدیث کا درس دیا۔ آپ سہارنپور کا قصد کر ہی رہے تھے کہ مولانا آلِ احمد محدث پھلواروی مہاجر مدینہ (ف ۱۲۹۶ھ) کانپور تشریف لائے، دو مہینے تک مسلسل آپ کے مہمان رہے۔ آپ نے اُن کو بخاری شریف کا کچھ حصہ سنایا اور بعد مسرت بلا طلب مولانا آلِ احمد پھلواروی نے حدیث کی سند عطا فرمائی۔ ۵؎

آپ نے کانپور میں "انجمن تہذیب" کے نام سے ایک ثقافتی انجمن کی بنا رکھی۔ اِس کا مقصد علما اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں صحیح اسلامی افکار کی اشاعت وترجمانی اور اُن کے درمیان

۳؎ "سیرت مولانا محمد علی مونگیری" ص ۱۹، ۲۶۔ "نزہتہ الخواطر جلد ہشتم ص ۴۴۵۔

۴؎ "سیرت مولانا محمد علی مونگیری" ص ۲۸، ۲۹، ۳۶۔ "نزہتہ الخواطر جلد ہشتم" ص ۴۴۵، "تذکرہ محدث سورتی" ص ۵۷۔ ۵؎ "سیرت مولانا سید محمد علی مونگیری" ص ۳۰، ۳۱۔

Marfat.com

باہمی اتحاد اور اخوت پیدا کرنا تھا۔ علماؔ کے حلقہ میں ایسی انجمن کا قیام بالکل نئی بات تھی۔ بعض لوگوں نے اختلاف رائے کیا لیکن آپ نے بالکل پرواہ نہ کی۔ اس انجمن میں غالباً پہلی بار قدیم طرز کے علماؔ کے ساتھ وکلاؔ اور رؤسا بھی شریک ہوئے اور خوب کام چلنے لگا۔ آپ نے اس انجمن میں کوئی عہدہ قبول نہیں کیا بلکہ آپ دوسرے عہدیداروں کی ہمت افزائی کرتے رہے[۶]

ردِّ عیسائیت میں آپ نے گرانقدر خدمات انجام دیں۔ اس مقصد کے لیے ۱۲۸۹ھ میں آپ نے کانپور سے ایک اخبار "منشورِ محمدی" جاری کرایا جس میں تردیدِ عیسائیت اور ابطالِ عقائدِ عیسائیت میں مضامین شائع کرنا شروع کیے۔ لیکن کسی پادری کو جواب دینے کی ہمت نہ ہوئی۔

یہ اخبار چار پانچ سال تک گرانقدر خدمات انجام دینے کے بعد بند ہوگیا۔ اُس وقت آپ تکمیل حدیث کے لیے مولانا احمد علی سہارنپوریؒ کے ہاں گئے ہوئے تھے اور مناسب طریقہ سے اس کی نگرانی و انتظام کرنا دشوار تھا۔

عیسائی پادری، یتیم، لاوارث اور غریب مسلمان بچوں کے قیام و طعام اور تعلیم کا بندوبست کرکے بآسانی عیسائی بنا لیتے تھے۔ آپ نے کانپور میں عیسائی مشن کو ناکام بنانے کے لیے یتیم خانہ اسلامیہ کی بنیاد رکھی جس میں مسلمان بچوں کو تعلیم کے ساتھ صنعت و حرفت سکھانے کا بھی انتظام تھا۔

عیسائیت کے رد میں آپ نے مندرجہ ذیل کتابیں لکھیں: مرآۃ الیقین، آئینۂ اسلام، ترانۂ حجازی، ساطع البرہان، براہینِ قاطعہ اور پیغامِ محمدی۔ ان کتابوں نے دنیائے عیسائیت میں ہلچل مچادی اور آج تک کسی عیسائی پادری کو کسی کتاب کا جواب دینے کی ہمت نہیں ہوئی۔[۷]

---

[۶] ایضاً ص ۳۱، ۳۲۔ [۷] سیرتِ مولانا محمد علی مونگیریؒ ص ۴۹ تا ۶۹، "مسلمانوں کی جدوجہد آزادی"

۱۸۸۶ء میں سر سید احمد خان نے محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کی بنیاد رکھی تو نواب محسن الملک (ف ۱۹۰۷ء) نواب وقار الملک (ف ۱۹۱۷ء) عبداللہ المامون سہروردی (ف ۱۹۳۵ء) و دیگر ہمدردانِ ملت کے علاوہ آپ (مولانا سید محمد علی مونگیری) نے بھی بڑی شدومد سے تائید و حمایت کی۔ اس جماعت کا قیام مسلمانانِ ہند کی شعوری بیداری کا پہلا قدم تھا۔ یہ وقت مسلمانوں کے لیے انتہائی نازک دور تھا۔ چنانچہ یہ کانفرنس آگے چل کر مسلم لیگ کی تاسیس کا باعث بنی۔ مسلمانوں میں سیاسی شعور پیدا ہوتا گیا حتیٰ کہ ۳۰ دسمبر ۱۹۰۶ء کو تمام ہندوستان کے مسلم نمائندے جن میں نواب سلیم اللہ خان آف ڈھاکہ (ف ۱۹۱۵ء) نواب محسن الملک (ف ۱۹۰۷ء) نواب وقار الملک (ف ۱۹۱۷ء) مسیح الملک حکیم اجمل خاں (ف ۱۹۲۸ء) مولانا محمد علی جوہر (ف ۱۹۳۱ء) کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں، ڈھاکہ میں جمع ہوئے اور مسلمانوں کی آئندہ سیاسی زندگی کی تشکیل کے لیے "آل انڈیا مسلم لیگ" کا سنگ بنیاد رکھا۔ مسلم لیگ کی تاسیس سے مسلمانوں میں بیداری کی لہر دوڑ گئی۔ شہ

۱۳۱۰ھ / ۱۸۹۲ء میں مدرسہ فیضِ عام کانپور کے جلسۂ دستار بندی کے موقع پر علما کی مجلسِ مشاورت میں اتفاق رائے سے طے پایا کہ علما کی ایک مستقل انجمن قائم کی جائے اور آئندہ سال دستار بندی کے موقع پر پہلا جلسۂ عام منعقد کیا جائے اور ہندوستان کے تمام ممتاز علما کو شرکت کی دعوت دی جائے۔

۱۵، ۱۶، ۱۷ شوال ۱۳۱۱ھ مطابق ۲۲-۲۳-۲۴ اپریل ۱۸۹۴ء کو "مدرسہ فیضِ عام کانپور" کی دستار بندی کے موقع پر "ندوۃ العلماء" کا پہلا اجلاس ہوا۔ جس سے ملک کے طول و عرض اور اطراف و اکناف میں زندگی کی لہر دوڑ گئی۔ اس جلسہ میں اتفاق رائے سے مولانا سید محمد علی مونگیری کو باضابطہ طور پر "ندوۃ العلماء" کا ناظم منتخب کیا گیا۔ اس جلسہ

شہ "محمد بن قاسم سے محمد علی جناح تک" از شفیق بریلوی، کراچی ۱۹۸۰ء ص ۴۳، ۴۴

Marfat.com

میں ساٹھ ستر ممتاز علما شریک ہوئے جن میں فاضل بریلوی اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں (ف ۱۹۲۱ء) خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

ندوۃ العلما کا دوسرا اجلاس ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۵ء میں لکھنؤ میں، تیسرا اجلاس ۱۳۱۳ھ اپریل ۱۸۹۶ء میں بریلی میں، چوتھا اجلاس شوال ۱۳۱۴ھ/ مارچ ۱۸۹۷ء میں میرٹھ میں منعقد ہوا۔ پانچواں اجلاس ۱۴-۱۵ شوال ۱۳۱۵ھ کو دفتر ندوۃ العلما کانپور میں منعقد ہوا جس میں ارکان نے کثرتِ رائے سے فیصلہ کیا کہ دارالعلوم ندوۃ العلما، لکھنؤ میں قائم کیا جائے۔ چنانچہ ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۱۵ھ/۲ ستمبر ۱۸۹۸ء کو ندوہ کا دفتر کانپور سے لکھنؤ منتقل ہوا، اور ۹ جمادی الاوّل ۱۳۱۶ھ/۲۶ ستمبر ۱۸۹۸ء کو دارالعلوم ندوہ کا ابتدائی درجہ کھُلا۔

ندوہ کا چھٹا اجلاس شاہجہانپور میں اور ساتواں اجلاس عظیم آباد (پٹنہ) میں رجب ۱۳۱۸ھ میں منعقد ہوا۔ آٹھواں اجلاس شعبان ۱۳۱۹ھ مطابق دسمبر ۱۹۰۱ء کلکتہ میں ہوا۔ اسی دوران بعض تعلیمی و انتظامی مسائل پر چند ارکان سے آپ کا اختلاف ہوگیا جو روز بروز وسیع تر ہوتا گیا۔ یہ وہ دور تھا جب علمائے دیوبند، ندوہ پر اپنی گرفت مضبوط کر چکے تھے اور اُسے اپنی خواہشوں، اُمنگوں اور ضرورتوں کے تابع بنانے کی ہر سعیِ نامشکور کر رہے تھے۔ اور ان لوگوں نے بھرپور کوشش کی کہ مولانا سیّد محمد علی مونگیری کا دائرہ کار اتنا تنگ کر دیا جائے کہ وہ از خود استعفیٰ دینے پر مجبور ہو جائیں۔ اس صورتِ حال سے آپ کو سخت صدمہ ہوا اسی صدمے کے اثرات سے آپ متعدد بیماریوں کا شکار ہو گئے، ضعف نے ناتواں کر دیا تو ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء کو آپ نے استعفیٰ دے کر مونگیر میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۲۱ھ مطابق ۱۹ جولائی ۱۹۰۳ء کو آپ کا استعفیٰ منظور کر لیا گیا۔[9]

۹؎ "سیرتِ مولانا سیّد محمد علی مونگیری" ص ۱۱۵ تا ۲۸۸، "موجِ کوثر" از شیخ محمد اکرام، لاہور ۱۹۵۸ء، ص ۲۰۴ "سخنورانِ کاکوری" از حکیم نثار احمد علوی ص ۷۸

Marfat.com

آپ نے پہلا حج ۱۳۱۸ھ اور دوسرا حج ۱۳۲۶ھ میں کیا۔ پھر مونگیر میں گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرنا شروع کردی۔ شب و روز زہد و عبادت اور خلقِ خدا کی روحانی تربیت میں گزرنے لگے۔ لوگ آپ کے پاس جوق در جوق آنے لگے اور آپ مرجع خلائق بنے رہے۔ لہ

ترکِ موالات کے دور میں گاندھی جی آپ کے پاس آئے اور دورانِ گفتگو اسلام کی بڑی تعریف کی اور اُسے بلند پایہ مذہب قرار دیا۔ آپ نے گاندھی جی سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

"گاندھی! یا تو آپ بہت بڑے منافق ہیں یا ہم کو بالکل سادہ انسان سمجھتے ہیں۔ آپ اسلام کو ایسا سچّا مذہب سمجھتے ہیں تو اس کو قبول کیوں نہیں کرتے؟" اس پر گاندھی اپنا سا منہ لیکر رہ گیا۔ للہ

مولانا فیض احمد فیضؔ نے "مہرِ منیر" میں اس واقعہ کو تفصیل کے ساتھ درج کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ

تحریکِ خلافت کا ابتدائی زمانہ تھا اور مسلمان ابھی پوری طرح میدان میں نہیں اُترے تھے۔ تحریک میں گاندھی جی کی دلچسپی بعض دُور اندیش مسلمانوں کے لیے حیرت کا موجب بنی ہوئی تھی۔ اور آپس میں یہ پوچھا جا رہا تھا کہ گاندھی جی کس مقصد کے تحت تحریک پر اتنے مہربان ہیں انہی ایّام میں گاندھی جی نے حکیم اجمل خان مرحوم کو مشورہ دیا کہ تحریک کے لیڈروں کو چاہیئے کہ   مولویوں اور مذہبی دیوانوں کو اپنے ساتھ ملائیں۔ گاندھی جی کا خیال تھا کہ ان کے ملائے بغیر تحریک قوّت نہیں پکڑ سکتی اور عوامی تحریک نہیں بن سکتی۔ چنانچہ اس مشورے

لہ۔ سیرت مولانا محمد علی مونگیری" ص ۲۴۷، ۳۶۰، نزہۃ الخواطر جلد ہشتم ص ۴۴۵

کے مطابق خلافت کے زعماء کا وفد جس میں حکیم اجمل خاں، مولانا محمد علی مولانا شوکت علی اور دوسرے لیڈر شامل تھے۔ بہار کے ضلع مونگیر میں مولانا محمد علی مونگیری سے ملنے کے چلے گئے۔ مولانا صرف اپنے علاقے میں ہی نہیں بلکہ اس سے باہر بھی بڑی مؤثر شخصیت تھے۔

وفد کے ہمراہ جب گاندھی جی بھی مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو گاندھی جی نے مولانا سے بہت ادب کے ساتھ کہا "مولانا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کیا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت سے بیحد متاثر ہوا ہوں۔ آپ دُنیا کے عظیم ترین انسان تھے۔ اسکے علاوہ میں نے قرآن کریم کا مطالعہ کیا ہے۔ یہ عظیم کتاب ہے اور اس نے میرے دل ودماغ پر گہرا اثر کیا ہے۔

مولانا مونگیری، گاندھی جی کی ان باتوں کو خاموشی سے سُنتے رہے اور جب گاندھی جی اپنی بات کہہ چکے تو مولانا نے پُوچھا۔ مجھے تو آپ اسلام کی وہ بات بتائیے جو آپ کو پسند نہیں آئی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے اُس کمزور پہلو سے آگاہ کیجئے جسے آپ نے اچھا نہیں سمجھا" گاندھی جی اس سوال کے لیے تیار نہ تھے۔ کچھ چونکے اور فوراً بولے "ایسا تو کوئی پہلو میری نظر میں نہیں آیا" اس پر مولانا مونگیری نے سوال کیا "تو پھر آپ نے ابھی تک اسلام قبول نہیں کیا؟" گاندھی جی پاس کوئی جواب نہ تھا۔ مولانا خفا ہو گئے اور فرمایا کہ آپ نے جو کچھ کہا غلط ہے۔ آپ ہمیں صرف پھانسنا چاہتے ہیں۔ صیاد بھی پرندوں کو پکڑنے کے لیے اُنہی کی بولیاں بولا کرتا ہے۔" [12]

---

[12] مہر منیر ص ۲۷۲، ۲۷۳

Marfat.com

قادیانیت کے مقابلہ میں آپ نے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ جب قادیانیوں نے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت صوبہ بہار میں آہستہ آہستہ اپنے کام کا آغاز کیا اور بہت سے متعلمین اور ناپختہ کار لوگوں کے عقائد خراب کرنے شروع کیئے تو آپ میدانِ عمل میں آگئے۔ آپ نے قادیانیوں کو مباحثوں اور مناظروں کے ذریعہ للکارا۔ آپ نے جسم و جان کی تمام تر توانائیاں اس کام کے لیے وقف کر دیں۔ قادیانیت کے رد میں آپ نے پچاس کتابیں لکھیں جن میں سے چند ایک کے نام درج ذیل ہیں۔ فیصلۂ آسمانی، شہادتِ آسمانی، چشمۂ ہدایت، چیلنجِ محمدیہ، معیارِ صداقت، معیار المسیح، تنزیہِ ربانی، آئینہ کمالاتِ مرزا، نامۂ حقانی۔

آپ کے نزدیک تردیدِ قادیانیت کا کام نوافل، عبادات اور اذکار سے افضل تھا ۱۳۳۱ھ میں قادیانیوں اور علمائے اہلسنت کے درمیان مناظرہ ہوا تو آپ نے اس کا بہترین اہتمام کیا جس کے نتیجے میں قادیانیوں کو رُسوا کن اور ذلّت آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اور وہ بھاگ گئے۔ اس طرح صوبہ بہار کی فضا قادیانیت کے ناپاک وجود سے خالی ہوگئی۔ [۱۳]

امیرِ ملّت حضرت پیر سیّد حافظ جماعت علی شاہ محدّث علی پوری قدس سرہ کو آپ کے خصوصی شاگرد ہونے کا شرف حاصل ہے۔ حضرت امیرِ ملّتؒ کا ذوقِ حصولِ علم سہارنپور سے کشاں کشاں آپ کی خدمت میں ندوۃ العلماء لکھنؤ لے گیا۔ آپ چونکہ خدا رسیدہ عالم دین، ظاہری و باطنی علوم کے محرم اور شب زندہ دار بزرگ تھے لہٰذا آپ نے باطنی طور پر حضرتِ امیرِ ملّتؒ کے مراتب کو پہچانا اور بصد مسرت اپنے حلقۂ تلمذ میں شامل کر لیا۔ بہت کم مدّت میں حضرت امیرِ ملّتؒ کو علومِ متداولہ و علومِ باطنی میں مالا مال کر دیا۔ [۱۴]

---

۱۳ ”سیرت مولانا محمد علی مونگیری“ ص ۳۰۸ تا ۳۱۹۔ نزہۃ الخواطر ص ۱۴۶

۱۴ ”... امیرِ ملّت“ ...

Marfat.com

آپ کا زہد و تقویٰ آپ اپنی مثال تھا۔ بے شمار مخلوق آپ سے فیض یاب ہوئی۔ برصغیر پاک و ہند کے علاوہ عرب، افریقہ، زنجبیار وغیرہ میں بھی آپ کا فیض پھیلا۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق آپ کے مریدین کی تعداد چار لاکھ تک پہنچتی ہے۔ آپ کے شیخ حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ (ف ۱۸۹۵ء) آپ کی بہت زیادہ تعریف فرمایا کرتے تھے کہ

"آپ کی روح متقدمین کی ارواح کا بقیہ ہے۔"[15]

آپ طویل القامت، پُرگوشت، گندم گوں، کشادہ سینہ، فراخ پیشانی اور سفید ریش تھے۔ آپ جسمانی کسرت اور ورزشوں کے ماہر تھے۔ بہت اچھے تیراک، خوش خُو اور واضح آواز رکھتے تھے۔ تلاوتِ قرآن کے وقت آپکی آواز نہایت پُرسوز اور رقت انگیز ہوتی تھی۔ آپ صاحبِ وقار اور رُعب دار تھے۔ ہر چیز میں صفائی اور پاکیزگی کو پسند فرماتے تھے۔ کسی نے کبھی آپ کو میلا کچیلا نہ دیکھا۔ بہت حیادار اور ہر دلعزیز تھے۔ فجر کی نماز کے بعد اپنی اولاد اور خاص احباب کے ساتھ بیٹھتے، پھر ذکر اور تسبیح میں مشغول ہو جاتے۔ بعد ازاں چائے نوش فرماتے اور آپ کے پاس مہمان حاضر ہوتے۔ پھر تصنیف و تالیف کی طرف متوجہ ہو جاتے تاآنکہ دوپہر ہو جاتی۔ کھانا کھا کر قیلولہ فرماتے۔ ظہر کی نماز کے بعد مریدوں اور طالبینِ ہدایت کے پاس بیٹھتے اور جو آدمی بیعت کرنی چاہتے اُن کو بیعت کرتے، چائے نوش فرماتے اور مہمانوں سے باصرار ملتے اور اظہار محبت فرماتے۔ علم و دین کے بارے میں گفتگو کرتے۔ عصر کی نماز پڑھ کر ذکر و تسبیح میں مشغول ہو جاتے اور گھر کے باغیچے میں سیر کرتے۔ مغرب کی نماز کے بعد اذکار و اشغال میں مصروف رہتے شام کا کھانا تناول فرماتے۔ پھر عشاء کی نماز پڑھتے اور فوراً آرام کے لیے تشریف لے

[15] "نزہۃ الخواطر جلد ہشتم" ص ۴۴۸، "سیرت مولانا محمد علی مونگیری" ص ۲۶۷

Marfat.com

جاتے۔ پھر رات کو اُٹھ کر تہجد کی نماز پڑھتے۔ اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور آہوں، سسکیوں اور اشکوں کا نذرانہ پیش کرتے۔ [۱۶]

آپ کی بکثرت تصانیف ہیں۔ ان میں بہترین "پیغامِ محمدی" ہے جو عیسائیت کے ردّ میں ہے۔ اس کتاب سے آپ کی قوت استدلال، مضمون میں مہارتِ تامہ اور یدِطولیٰ کا اندازہ ہوتا ہے۔ قادیانیت کی تردید میں کتابوں کا تذکرہ گزشتہ صفحات میں ہو چکا ہے۔ آپ کی ایک کتاب "ارشادِ رحمانی" ہے جس میں حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ (ف ۱۸۹۵ء) کے حالات، ارشادات اور تعلیمات کا ذکر بالخیر ہے۔ سلوک و آدابِ طریقت کے موضوع پر یہ کتاب اپنا جواب آپ ہے نیز آپ کے پاس بہت اعلیٰ کتب خانہ تھا۔ جس میں ہر علوم و فنون کی کتابیں تقریباً آٹھ دس ہزار تھیں۔ [۱۷]

آپ کے آخری ایام سخت علالت میں گزرے۔ ضعف، شکایتِ دردِ گردہ نے بہت کمزور کر دیا تھا۔ ۹ ربیع الاوّل سہ شنبہ (منگلوار) ۱۳۴۶ھ / ۶ ستمبر ۱۹۲۷ء بعد نماز ظہر مونگیر میں آپ کا انتقال ہوا اور اپنے خلوت خانہ میں دفن ہوئے۔ [۱۸]

---

[۱۶] "نزہتہ الخواطر جلد ہشتم" ص ۴۸۸ تا ۴۹۰

[۱۷] "نزہتہ الخواطر جلد ہشتم" ص ۴۹۰، "سیرت مولانا محمد علی مونگیری" ص ۳۹۹

[۱۸] نزہتہ الخواطر جلد ہشتم" ص ۴۹۰۔ "سیرت مولانا محمد علی مونگیری" ص ۴۱۳، ۴۱۷۔
روزنامہ "انقلاب" لاہور بابت ۱۳ ستمبر ۱۹۲۷ء ص ۶۔

Marfat.com

مولانا محمّد عمر ضیا الدین استانبولی

حضرت مولانا علامہ محمد عمر ضیاء الدین، استانبول (ترکی) میں شیخ الحدیث تھے۔ آپ نے بھی حضرت امیر ملّت قدس سرّہٗ کو سندِ حدیث عطا فرمائی تھی۔[1] اندازہ ہوتا ہے کہ آپ بڑے جیّد عالم، خدا رسیدہ بزرگ اور علامۂ وقت تھے اور آپ نے حضرت امیر ملّتؒ جیسی مقتدر ہستی کو سندِ حدیث سے نوازا۔ حق یہ ہے کہ بڑے بڑے علماء، حضرت امیر ملّتؒ کی جلالتِ علم کے قائل اور اسیر تھے۔ حضرت امیر ملّتؒ کا سفر ترکی تو کہیں سے ثابت نہیں ہو سکا لہٰذا گمان غالب ہے کہ حج بیت اللہ کے موقع ہی پہ ملاقات ہوئی ہو گی اور وہیں حضرت امیر ملّتؒ کو سندِ حدیث عطا کی ہو گی۔

---

[1] "سیرتِ امیر ملّت" ص ۱۱۶

Marfat.com

مولانا محمد مظہر سہارنپوری

مولانا محمد مظہر ۱۲۳۷ھ / ۱۸۲۳ء میں نانوتہ ضلع سہارنپور (یوپی، انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ "محمد مظہر" تاریخی نام ہے جس سے سالِ پیدائش ۱۲۳۷ھ برآمد ہوتا ہے۔ والد گرامی کا نام حافظ لطف علی بن محمد حسن تھا۔ سلسلۂ نسب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ [1]

ابتدائی تعلیم و حفظ قرآن کریم والد گرامی سے کیا۔ پھر "دہلی کالج" دہلی میں تعلیم حاصل کی۔ مولانا مملوک علی نانوتوی (ف ۱۸۵۱ء) کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ حدیث شریف کی سند حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی (ف ۱۸۴۵-۴۶ء) سے حاصل کی۔ مولانا مفتی صدر الدین آزردہ دہلوی (ف ۱۸۶۸ء)

اور مولانا رشید الدین خاں دہلوی (ف ۱۸۳۳ء) سے بھی علمی استفادہ کیا۔ تحصیلِ علم کے بعد اجمیری کالج اور آگرہ کالج میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ کچھ عرصہ مطبع نولکشور میں تصحیح کا کام بھی کرتے رہے۔ [2]

---

[1] "مولانا محمد احسن نانوتوی" از پروفیسر محمد ایوب قادری مطبوعہ کراچی ۱۹۶۶ء ص ۱۵، ۱۸، ۲۲
"نزہتہ الخواطر جلد ہشتم" ص ۴۵۵

[2] "مولانا محمد احسن نانوتوی" ص ۱۵۴، "نزہتہ الخواطر" ص ۴۵۵

Marfat.com

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں مردانہ وار حصّہ لیا اور کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔[۳۳]

آپ کے چھوٹے بھائی مولانا محمد احسن نانوتوی (ف ۱۸۹۴ء) نے اس جہاد میں حصّہ لینے کی مخالفت کی تو آپ نے اُن کو خوب ڈانٹا اور دیوانہ وار قلزمِ جنگ میں کود پڑے شاملی ضلع مظفر نگر کے محاذ پر خوب دادِ شجاعت دی۔ آپ کے ٹخنے پر گولی لگی مگر ہمّت نہ ہاری جہادِ شاملی کے بعد تمام شرکا مصائب و آلام میں مبتلا رہے۔ آپ بھی روپوش ہو گئے اور بریلی میں مقیم رہے۔ جب عام معافی کا اعلان ہوا تو ظاہر ہوئے اور سرکاری ملازمت سے قطع تعلق ہو جانے کی وجہ سے گھر ہی پر طلبا کو درس دینا شروع کر دیا۔[۳]

رجب ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۶ء میں مولوی سعادت علی سہارنپوری (۱۲۸۶ھ) نے ایک مدرسہ سہارنپور میں جاری کیا۔ شوال ۱۲۸۳ھ میں آپ اس مدرسہ کے شیخ الحدیث اور صدر مدرس مقرر ہوئے۔ بعد ازاں جب اس مدرسہ کی توسیع ہوئی تو اس کا نام "مدرسہ مظاہر العلوم" تجویز ہوا۔ یہ مدرسہ آسمانِ شہرت پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکا۔ اس نے مذہب و ملت کی بڑی گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ بڑے بڑے نامور علمائے کرام اور مشائخ عظام اس درسگاہ سے فارغ التحصیل ہو کر نکلے اور برِصغیر کے چپے چپے میں اسلامی انقلاب برپا کر دیا۔[۴]

حضرت امیرِ ملّت قدس سرّہٗ کئی سال تک "مدرسہ مظاہر العلوم" میں آپ کے زیرِ تعلیم رہے اور شب و روز علمی استفادہ کرتے رہے۔ آپ چونکہ اوصافِ حمیدہ اور اخلاقِ کریمہ سے آراستہ و پیراستہ تھے، اتباعِ سنت کا خاص اہتمام فرماتے

۳ے "مولانا محمد احسن نانوتوی" ص ۵۳، ۵۷، ۱۵۴، ۱۵۵۔ "مسلمانوں کی جدوجہد آزادی" ص ۴۴ تاریخ ہند و پاک از مولانا قاری احمد پیلی بھیتی، کراچی ۱۹۷۴ء ص ۵۱، ۱۵۲۔

۴ے "مولانا محمد احسن نانوتوی" ص ۱۵۵، ۱۵۶۔

Marfat.com

اور ہر کام میں رضائے الٰہی کے حصول کی کوشش فرماتے تھے امیر ملتؒ کو آپ نے اپنے علم و عرفان کے سمندر سے فراخ دلی کے ساتھ فیض یاب کیا۔ ؎۵

مولانا محمد مظہر کو حدیث و فقہ میں مہارتِ تامہ حاصل تھی، نہایت پرہیزگار، متقی منکسر المزاج اور نیک نفس بزرگ تھے۔ انتقام ذوالحجہ ۱۳۰۲ھ / ۳ اکتوبر ۱۸۸۵ء کو سہارنپور میں لاولد فوت ہوئے۔ ؎۶

آپ کے انتقال پُر ملال پر سرسید احمد خاں (ف ۱۸۹۸ء) نے ایک شذرہ لکھا تھا جو درج ذیل ہے۔

مولوی محمد مظہر صاحب مرحوم: افسوس ہے کہ مولوی محمد مظہر صاحب نے جو عربی مدرسہ سہارنپور میں مدرس تھے اور اُن ہی کی ذاتِ بابرکات نے اس مدرسہ کو عزت اور رونق تھی بروز شنبہ تیسری اکتوبر ۱۸۸۵ء کو انتقال فرمایا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولوی صاحب ممدوح بہت بڑے عالم تھے جس زمانے کہ دہلی میں طالب علم تھے اُسی زمانے میں اُنکی ذہانت مشہور تھی۔ تقویٰ و ورع میں بھی نہایت اعلیٰ درجہ رکھتے تھے۔ بیس برس سے انہوں نے اپنے ہم قوموں کو علومِ دینی کی فیض رسانی پر کمرِ ہمت چُست باندھی تھی۔ اور عربی مدرسہ سہارنپور میں پا شکستہ ہو کر بیٹھ گئے تھے۔ آمدنی مدرسہ سے صرف پچیس ۲۵ روپیہ ماہواری بقدر گزر اوقات لیتے تھے اور علوم کی تعلیم میں مصروف تھے، بہت لوگ اُن سے فیض یاب ہوئے۔ مگر افسوس ہے کہ اجل نے لوگوں کو اس فیض سے محروم کر دیا۔" ؎۷

مولانا محمد سعید نے آپ کی تاریخ وفات کہی۔

"زیں جہاں نقلِ مکان کرد بدارِ جنات" ؎۸

۱۳۰۲ھ

؎۵ "سیرت امیر ملت" ص ۵۹، "ارکان خمسہ" ص ۱۷۴، "برکاتِ علی پور" ۵

؎۶ "مولانا محمد احسن نانوتوی" ص ۱۵۶، "نزہتہ الخواطر" ص ۵۵۴

؎۷ "مولانا محمد حسن نانوتوی" ص ۱۵۶ بحوالہ علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ علی گڑھ ص ۱۴ مورخہ ۱۰ اکتوبر ۱۸۸۵ء

؎۸ "نزہتہ الخواطر" ص ۵۵۴۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

امیرِ ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری قدس سرہ العزیز اپنے دور کے نابغۂ روزگار عالم و عارف تھے، ان کی جامع الکمالات شخصیت کا مطالعہ کرنے سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ زمرۂ اسلاف کے فرد فرید تھے جو ماضی قریب میں برِ عظیم پاک و ہند میں جلوہ افروز ہوئے، وہ ملت اسلامیہ کے عظیم محسن تھے، انہوں نے علمی، فکری، سیاسی اور روحانی ہر سطح پر مسلم اُمّہ کی راہنمائی فرمائی اور طویل زندگی دین و ملت کی خدمات جلیلہ میں صرف کی۔

تحریک ترک موالات، تحریک ہجرت، شدھی تحریک پاکستان اور مسجد گنج تحریک ہر موقع پر اسلامیانِ پاک و ہند کی قائدانہ راہنمائی فرمائی، ہزاروں عیسائیوں اور ہندوؤں کو مشرف باسلام کیا، لاکھوں افراد آپ کے حلقۂ ارادت سے منسلک تھے، آپ کے خلفاء کا سلسلہ بھی بہت وسیع ہے جس میں بڑی تعداد میں جدید تعلیم یافتہ حضرات کے نام آتے ہیں، سخاوت و جود کے بحرِ بیکراں تھے، آپ نے پچاس سے زائد مرتبہ حج و زیارت کی سعادت حاصل کی، سینکڑوں مسجدیں تعمیر کروائیں، متعدد دینی مدارس جاری کیے، غرض یہ کہ وہ

Marfat.com

اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ ایک ادارہ تھے۔

ان کی دینی اور ملی خدمات پہ کام کرنے کے لئے ایک ادارے کی ضرورت تھی جو عوام و خواص کو ان کی عظیم الشان شخصیت اور خدمات سے روشناس کراتا، اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت ایک درویش منش قلم کار جناب محمد صادق قصوری کو عطا فرمائی، جو وسائل موجود نہ ہونے کے باوجود امیر ملت قدس سرہ کے کارناموں پر مسلسل لکھتے جا رہے ہیں، ہمارے مرحوم دوست مؤرخ لاہور جناب محمد دین کلیم جو کتاب اور مقالہ لکھتے تھے لاہور کے حوالے سے لکھتے تھے، محمد صادق قصوری کی اکثر و بیشتر نگارشات کا تعلق امیرِ ملت، سنوسئ ہند رحمہ اللہ تعالیٰ کی شخصیت اور ان کی انتھک جدوجہد سے ہے۔

پیشِ نظر کتاب اساتذۂ امیر ملت میں محترم محمد صادق قصوری نے امیرِ ملت رحمہ اللہ تعالیٰ کے پندرہ اساتذہ کا تذکرہ کیا ہے جنہوں نے حضرت امیرِ ملت کی شخصیت کی تعمیر میں حصہ لیا، ان کے اساتذہ میں مولانا احمد حسن کانپوری، مولانا ارشاد حسین رامپوری، حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی، مولانا غلام قادر بھیروی، مولانا فیض الحسن سہارنپوری اور مولانا شاہ عبدالحق الٰہ آبادی مہاجر مکی ایسے اکابر کے نام آتے ہیں، جن میں سے ہر ایک یگانۂ روزگار عالم تھا، ایسے جلیل القدر علماء سے فیض حاصل کرنے والی شخصیت اگر امیرِ ملت بنی تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے، جناب قصوری صاحب نے اس کتاب کی ترتیب و تدوین میں ۷۱ کتابوں اور ۸ جرائد سے استفادہ کیا

Marfat.com

ے اور حسبِ معمول بڑی محنت اور کاوش کے بعد یہ کتاب تیار کی ہے
ں پر وہ بجا طور پر ہدیۂ تبریک و تحسین کے مستحق ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے علم اور
ہیں مزید برکتیں عطا فرمائے۔
اس کے علاوہ ان کی متعدد تصانیف زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں،
د تالیفات کے نام یہ ہیں۔
(۱) اکابر تحریک پاکستان (دو جلد)
(۲) خلفائے اعلیٰ حضرت
(۳) تذکرہ مشائخ نقشبندیہ
(۴) خلفائے امیرِ ملت۔
(۵) امیرِ ملت اور سنی کانفرنس بنارس۔
اللہ تعالیٰ ان کی کاوشوں کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور عوام و خواص کے
لیے مفید بنائے۔ آمین۔

۲۸ دسمبر ۱۹۹۲ء — (محمد عبدالحکیم شرف قادری

قطعۂ تاریخ اشاعت "اساتذہ امیرِ ملّت"

از جناب طارق سُلطانپوری ، حسن ابدال

اُن کے اُستادانِ عالی قدر میں ذی وقار و منزلت ہر شخص تھا
نادر العصر و زعیمِ روز کار فرد والا مرتبت ہر شخص تھا
زہد و اخلاصِ عمل میں پیش پیش اک مثالی شخصیت ہر شخص تھا
پیکرِ صدق و صفا و ذوق و شوق کاملِ رُوحانیت ہر شخص تھا
دین کے پُر جوش خادم سب کے سب بے نیازِ مصلحت ہر شخص تھا
خدمتِ دین و فروغِ علم میں محو، حبِ مقدرت ہر شخص تھا
درس آزادی غلاموں کو دیا مہرِ جنبشِ حُرّیت ہر شخص تھا
وہ حق آگاہ و معارف دستگاہ شمعِ طُورِ معرفت ہر شخص تھا

اس کتابِ خُوب میں ہے جن کا ذکر نازشِ انسانیت ہر شخص تھا
یہ بتایا اس کتابِ علم نے خاکی و گردوں صفت ہر شخص تھا
اس حقیقت کی ہے کاشف یہ کتاب ایک لیکن "جمعیت" ہر شخص تھا
میرِ ملت کے یہ علمی سر پرست مرکزِ محبوبیت ہر شخص تھا

اس کتابِ خُوب کی تاریخ طبع
"شمسِ چرخ معرفت" ہر شخص تھا

۱۹۹۳ء

Marfat.com

روض الریاحین

امام عبداللہ بن اسعد یافعی رحمہ اللہ تعالیٰ

۶۷۸ھ / ۷۶۸ھ

بزمِ اولیاء

ترجمہ: علامہ بدر القادری مدظلہ ہالینڈ

ناشر:
رضا دار الاشاعت ۲۵۔ نشتر روڈ لاہور پاکستان فون ۷۰۵۰۴۴۰

ملنے کا پتہ:
مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ لاہور (پاکستان)